تذکرۂ

استاذ الاساتذۃ والشیوخ

حضرت مولانا مفتی سیّد مصلح الدین احمد بڑودوی القاسمی صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوز بری مرکز، انگلینڈ،

مجاز بیعت عارف باللہ حضرت مولانا قمر الزماں الہٰ آبادی صاحب مدظلہ العالی

جامع و مرتّب

(مولانا) محمد یونس بن قاری بندہ الٰہی سورتی غفرلہ

ناشر:

دار الحمد

باسمہٖ تعالیٰ

صفحات	فہرست

وجہِ ترتیبِ تذکرہ

بہ قلمِ صاحبِ تذکرہ

مفتی محمد طاہر سورتی صاحب زید مجدہ (استاذ الحدیث و مفتی دار العلوم صوفی باغ، سورت انڈیا) کے ایک صاحبِ خیر دوست نے ان کے سامنے اپنی ذاتی خواہش کا اظہار کیا کہ صوبۂ گجرات، انڈیا کے موجودہ ''شیوخ الحدیث'' کے حالاتِ زندگی کو جمع و ترتیب دے کر منصۂ شہود پر لایا جاوے، طباعت ونشر واشاعت سے متعلق جملہ اخراجات بندہ کے ذمہ رہیں گے، چنانچہ مفتی محمد طاہر سورتی صاحب اپنی زیرِ نگرانی مولانا محمد اسماعیل برہان پوری (مقیم حال سورت، انڈیا) سے جمع و ترتیب کا یہ کام کرا رہے ہیں۔ اور بہ قولِ مولانا محمد اسماعیل برہان پوری اب تک چالیس سے زیادہ شیوخ الحدیث کے حالات جمع ہو چکے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

خدا کرے یہ کام بہ احسنِ وجوہ تکمیل تک پہنچے۔ آمین۔

اسی ضمن میں تقریباً ایک ماہ قبل مفتی محمد طاہر سورتی نے اس ناکارہ کو بہ ذریعۂ فون اپنے کچھ حالات وواقعات تحریر کر کے ارسال کرنے کو فرمایا، میں نے کہا کہ میں کیا اور میرے حالاتِ زندگی کیا؟ ''چہ پدی اور چہ پدی کا شوربا'' بہرحال میں نے معذرت کر دی مگر مفتی محمد طاہر صاحب اپنے حسنِ ظن کی بناء پر بار بار بہ ذریعۂ فون کچھ نہ کچھ لکھنے پر اصرار کرتے رہے اور فرمانے لگے کہ مرنے کے بعد تو ہر ایک کے کچھ نہ کچھ حالاتِ زندگی سامنے آ ہی جاتے ہیں؛ لیکن وفات کے بعد لقاء واستفادہ ناممکن ہونے کی بناء پر وہ

خاطر خواہ سود مند و مفید ثابت نہیں ہو سکتے ، لہٰذا تو اپنی زندگی میں اپنی طالبِ علمی اور بعد کے کچھ حالات ضرور قلمبند کر دے۔

اپنی مصروفیتوں اور مشغولیتوں کی بناء پر یہ کام انجام دینا بہ ذاتِ خود میرے لیے ذرا مشکل تھا، لہٰذا میں نے محترم مولانا یونس بن قاری بندہ الٰہی سورتی (مقیم حال سورت وسابق نگرانِ مجلس دعوۃ الحق ،لیسٹر، یوکے، انگلینڈ) سے رابطہ کر کے ان کو درج بالا پوری صورتِ حال سے آگاہ کر کے استدعاء کی کہ میں اشارات ومختصر انداز میں اپنی زندگی کے کچھ حالات وواقعات لکھ کر آپ کو ارسال کرتا رہوں گا اور آپ اپنے حسنِ ذوق سے مناسب انداز میں ان کو مرتب کر لیں۔

مولانا یونس سورتی صاحب نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مجھ سے کچھ پڑھا بھی ہے اور وہ تصنیف وتالیف کا اچھا وپاکیزہ ذوق وسلیقہ رکھتے ہیں، بہت سے رسائل ان کے قلم سے صادر ہو کر منظرِ عام پر آ چکے ہیں اور شرفِ پذیرائی حاصل کر چکے ہیں، چنانچہ انہوں نے بہ خوشی میری درخواست کو قبول کرتے ہوئے آمادگی کا اظہار کیا، لہٰذا میں کچھ لکھ کر ان کو بھیجتا رہا اور وہ خود اپنی معلومات کی بناء پر کچھ جمع وترتیب دیتے رہے اور اس طور پر یہ مجموعہ مرتب ہو کر منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع بنائے۔ آمین۔ والسلام

(حضرت شیخ الحدیث مولانا) سید مصلح الدین احمد بڑودوی القاسمی (صاحب)

فون نمبر: 00447746598786

خادم حدیث جامعہ تعلیم الاسلام، ڈیوزبری مرکز، یوکے، انگلینڈ

۳۰ ذی قعدۃ ۱۴۴۱ھ، مطابق ۲۱ جولائی ۲۰۲۰ بروز منگل

عرض مرتب

بندہ محمد یونس سورتی غفرلہ

کسی بزرگ، اللہ والے اور اپنے اساتذہ ومشائخ کے حالاتِ زندگی کیوں لکھے جاتے ہیں؟ درحقیقت بزرگوں کا نقشِ پا عین مطابقِ شریعت ہوتا ہے، ان کا علم وعمل، تقویٰ وپرہیزگاری، ان کے احوال وواقعات وتجربات، ریاضت ومجاہدات، توکل علی اللہ کی صفت، حسنِ اخلاق وکردار اور اخلاص وللّٰہیت خلف کے لیے روشن منار کا کام دیتے ہیں، راہیں ملتی ہیں، نیز نشر واشاعت دین میں ان کے حالات وواقعات پڑھنے اور سننے سنانے سے ہمتیں مضبوط اور بلند ہوتی ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اکابر امت کی سوانحات کو مرتب کر کے شائع کا سلسلہ قرنِ اول سے چلا آرہا ہے۔

اس سلسلہ کی ایک کڑی گجرات کی ایک مایۂ ناز شخصیت عالم فاضل اور مجاہدِ کبیر حضرت مولانا مفتی سید شمس الدین بڑودوی نوراللہ مرقدہٗ کی ہے، جن کے حالاتِ زندگی بنام ''سوانح حضرت مولانا مفتی سید شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ'' شائع کر چکا ہوں۔

حضرت مولانا شمس الدین رحمہ اللہ کے حالات کے ضمن میں ان کی اولاد کا مختصر مختصر تذکرہ بھی کر چکا ہوں، کیونکہ اولاد جب اپنے والد مرحوم کے نقش قدم پر ہوتی ہے، تو

اولاد کے کارنامے بھی اپنے والد مرحوم کی سوانح حیات کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کی اولاد میں دوسرے نمبر پر حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ ہیں، اور اُنہیں کے حالات اس وقت مقصود ہیں جس کے محرّک حضرت مولانا مفتی طاہر سورتی صاحب مد فیوضہ (خلیفۂ مجاز حضرت اقدس مولانا مفتی احمد خان پوری صاحب مدظلہ) وامام وخطیب مسجد چُور گڑھ، وبانی ڈائیریکٹر ادارہ دارالحمد واستاذ الحدیث والتفسیر والفقہ دارالسنّۃ صوفی باغ) ہیں، جس کی شکل یہ ہوئی کہ حضرت مولانا مدظلہ برسہا برس کے بعد پچھلے تین سالوں میں تین مرتبہ سورت اور اس کے اطراف میں تشریف لائے، سورت میں پہلی مرتبہ میری گذارش پر میرے غریب خانہ پر تشریف لائے، مولانا ارشد میر صاحب نے حضرت مولانا کی آمد کی خبر پاتے ہی اپنے یہاں قیام کی دعوت دی، چنانچہ اُس دن اور اس کے بعد دو مرتبہ مولانا ارشد میر صاحب کی گزارش پر ان کے ادارہ فیض سبحانی محلہ رام پورہ میں قیام فرمایا، اور حضرت مولانا مدظلہ کی خواہش وآرزو پر راندیر وغیرہ مدارس کا دورہ کرایا، اسی عرصہ میں مولانا مفتی طاہر سورتی صاحب نے اپنی مسجد: مسجد چور گڑھ میں جمعہ سے قبل بیان کی دعوت دی، چنانچہ آپ حاضر ہوگئے، حضرت مولانا مفتی احمد خان پوری صاحب مدظلہ بھی آپ کی نسبت سے پہنچ گئے، اور آپ نے حضرت مولانا مصلح الدین صاحب کا بڑے وقیع الفاظ میں تعارف کرایا، پھر اسی روز مسجد کے صحن کے تہ خانہ میں مفتی طاہر صاحب نے ادارہ دارالحمد میں معاینہ کی دعوت دی، چنانچہ کچھ دیر آپ کی مجلس رہی۔

آپ سے متأثر ہوکر کسی وقت فون سے مولانا مفتی طاہر صاحب نے آپ سے آپ

کے تجربات اور حالات تحریر کرنے کی درخواست کی، آپ اچھنبے اور شش و پنج میں پڑ گئے، پھر حضرت مولانا مدظلہ نے مجھ سے فون پر فرمایا کہ مفتی طاہر صاحب مجھے اس سلسلہ میں اصرار کررہے ہیں؛ لیکن میں تشویش میں ہوں کہ میں اپنے بارہ میں کیا لکھوں؟ میری ہمت تو نہیں ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت! اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ ہمارے بعض اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ نے آئندہ نسل کے نفع کے خاطر اپنی آپ بیتی لکھی ہے یا لکھوائی ہے، ان شاء اللہ ہمیں اور مدرسین وطلبہ کو آپ کے حالات سے رہبری ملے گی، اور چند بزرگوں کی مثالیں دیں، خیر! حضرت مولانا مدظلہ نے کچھ اپنے حالات واسفار تحریر فرما کر ارسال فرمایا، اور کچھ حالات تو میں ’’سوانح حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ ‘‘میں لکھ چکا ہوں، اور کچھ اپنا آنکھوں دیکھا حال، اس طرح ایک مختصر سا مجموعہ تیار ہو گیا۔

اللہ رب العزت اس رسالہ کو قارئین کے لیے نافع بنائے، اور محرّک ودرخواست کنندہ کو اجر عظیم عطا فرماوے، اور مرتّب کے گناہوں کو معاف فرمائے۔

آمین یارب العالمین۔

تقریظ

حضرت مفتی احمد خان پوری صاحب دام مجدھم
شیخ الحدیث وسابق صدر مدرس مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل
وخلیفۂ اجل حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محب مکرم مولانا محمد یونس صاحب زید مجدہم نے مخدوم ومحترم حضرت الاستاذ مولانا مفتی قاری سید مصلح الدین احمد صاحب دامت برکاتہم ومدت فیوضھم کی حیات طیبہ پر جو مضمون تیار فرمایا ہے، احقر کے ملاحظہ کے لیے ارسال فرمایا اور اس پر چند کلمات تحریر کرنے کی فرمائش بھی کی، اپنے اساتذۂ کرام کے سلسلہ میں احقر کی دلی کیفیت وہی ہے جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ارشاد فرمائی کہ میں اس کا غلام ہوں جس نے مجھے ایک حرف سکھایا، اگر وہ چاہے تو مجھے بیچ دے اور اگر چاہے تو مجھے آزاد کردے یا غلام رکھے، علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''العھود المحمدیۃ'' میں استاذ کا حق اس قدر زیادہ اہم بتلایا کہ اپنا سب کچھ دے کر یا عمر بھر خدمت کرتے رہنے پر بھی اس کا بدلہ ادا نہیں ہوسکتا، اپنے اساتذہ میں حضرت مولانا دامت برکاتہم کے لیے اپنے دل میں خصوصی مقام ومحبت محسوس کرتا ہوں کہ آپ کی تعلیم وتربیت کے نتیجہ میں علم کے ساتھ ایک مناسبت اور حصولِ علم کا شوق ولگن پیدا ہوئی، آپ کے پاس

پڑھنے کے زمانہ میں رات بارہ، ایک بجے تک کتابوں کے تکرار اور مطالعہ کی عادت پڑی، آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان گنت کمالات اور خوبیوں سے نوازا ہے، آپ کا درس بہت مقبول اور عام فہم ہوتا تھا، ہر طالب علم وسامع کو آپ کے درس سے انتہائی درجہ تشفّی اور اطمینان قلب ہوتا تھا، آپ کے مزاج میں استقلال اور اعتدال ہے، آپ ذوقِ لطیف اور سادہ نفیس طبیعت کے مالک ہیں، محنت، مجاہدہ، جفاکشی اور اوقات کی حفاظت آپ کا وصف خاص ہے، تضییعِ اوقات اور خواہ مخواہ کی مجلس نشینی سے آپ دور اور نفور ہیں۔۔

اللہ تعالیٰ آپ کے سایۂ عاطفت کو اپنے فیوض وبرکات کے ساتھ ہم پر تادیر قائم ودائم رکھے، آمین یارب العالمین۔ فقط والسلام

کتبہٗ العبد احمد غفرلہ خانپوری مورخہ ۲۲ ذوالقعدۃ الحرام

یوم سہ شنبہ ۱۴۴۱ھ

اس تقریظ سے نیز استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سعید احمد پالنپوری رحمہ اللہ اور استاذ الاساتذہ حضرت مولانا یوسف اسمٰعیل بودھانیا رحمہ اللہ کی وفات پر بہ طورِ تعزیت اپنے رنج وغم وقلبی تأثرات پر مشتمل املاء کرائی ہوئی تحریر کی آخری سُطور سے حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب مدظلہ کو اپنے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد مدظلہ سے قلبی تعلق، عقیدت وعظمت کا اظہار ہوتا ہے، اس کے پیشِ نظر اس تحریر کو بھی یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کی درخواست برائے

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

(سابق صدر المدرسین و شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند)

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا یوسف اسماعیل صاحب بودھانیا رحمۃ اللہ علیہ

(کینیڈا، ٹورنٹو)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں ڈابھیل سے احمد خانپوری عرض کر رہا ہوں!

میرے لیے بہت رنج وغم کی بات ہے کہ گذشتہ دو دنوں میں مختصر وقفے سے میرے دو مشفق اور بہت مہربان اساتذہ- جنھوں نے ہمیشہ میرے ساتھ انتہائی شفقت ومحبّت کا معاملہ کیا- داغِ مفارقت دے گئے۔ ۲۵/ رمضان المبارک کو حضرت الاستاذ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ اور ۲۶/ رمضان کو حضرت الاستاذ مولانا یوسف صاحب بودھانیا رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اوّل الذکر سے مختصر المعانی، ابوداؤد شریف اور نسائی شریف اور ثانی الذکر سے فارسی اوّل ودوم پڑھنے کی سعادت مجھے حاصل ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے ان دونوں اساتذہ کی بھر پور مغفرت فرمائے، بال بال مغفرت فرمائے۔ اپنی رحمتوں ومغفرتوں سے اُن کو ڈھانپ لے۔ جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اُن کی حسنات کو قبول فرماوے۔ اُن کی سیئات سے درگزر فرماوے۔ اُن کے شاگردوں اور اُن کی اولاد کو اُن کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے اوپر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے۔ اللّٰھم اغفر لھما، وارحمھما، واعف عنھما، وعافھما، واکرم نزلھما۔ اللّٰھم نقھما من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس۔ اللّٰھم ادخلھما الجنۃ واعذھما من عذاب القبر وعذاب النار۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین یا مجیب الداعین

میں اپنے تمام اہلِ تعلق، خاص طور پر شاگردوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اُن کے لیے دعائے مغفرت اور مقدور بھر (جتنا آسانی سے ہوسکے) ایصالِ ثواب کا اہتمام کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

اب میرے صرف ایک استاذ جن سے میں نے درجۂ عربی دوم پڑھا، حیات ہیں- حضرت مولانا سید مصلح الدین صاحب بڑودوی دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری، تبلیغی مرکز، انگلینڈ، یوکے)، دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اُن کے سایے کو تادیر صحت، قوت اور عافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قایم اور اُن کے فیض کو جاری وساری رکھے۔ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُملاہ: العبد احمد خانپوری عفی عنہ

۲۷/ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ

ایک سبق آموز بات

بندہ محمد یونس سورتی عرض کرتا ہے کہ حضرت مفتی احمد خان پوری زیدت معالیہ کے مکتوب گرامی کا یہ جملہ ''آپ کی تعلیم وتربیت کے نتیجہ میں علم کا شوق ولگن پیدا ہوئی، آپ کے پاس پڑھنے کے زمانہ میں رات بارہ، ایک بجے تک کتابوں کے تکرار اور مطالعہ کی عادت پڑی الخ''

استاذ محترم مولانا مصلح الدین احمد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اس جملہ پر مجھے ایک بات یاد آ گئی کہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں میری تدریس کے زمانہ میں ایک مرتبہ مولانا محمد سعید بزرگ سملکی رحمہ اللہ اپنے زمانۂ اہتمام میں کسی کام سے ایک مرتبہ رات بارہ بجے اچانک مدرسہ پہنچ گئے، پورے مدرسہ میں سناٹا تھا، صرف ایک جماعت کے طلبہ تکرار میں مشغول تھے، میرے دل میں خیال آیا کہ مولانا مصلح الدین احمد صاحب ہی کی زیرِ تدریس جماعت ہونی چاہیے اور انہی کی زیرِ درس کتاب کی یہ تکرار کر رہی ہوگی، قریب جا کر دیکھا تو میرا یہ قیاس وخیال بالکل صحیح ثابت ہوا، صبح میں مولانا محمد سعید صاحب نے بذاتِ خود مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا۔

استاذ محترم یوں فرماتے ہیں کہ مدرسہ اشرفیہ راندیر سورت میں دو سال کے بعد مستعفی ہو کر میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریس کے لیے چلا گیا تھا۔ مولانا عبدالرحیم صادق راندیری رحمہ اللہ نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضرت مولانا احمد اشرف راندیری رحمہ اللہ مہتمم

مدرسہ اشرفیہ کی ایک بات سے مجھے بڑی حیرت ہوئی اور تعجب ہوا، انہوں نے یہ کہا کہ مولانا مصلح الدین احمد صاحب کے جانے سے طلبہ کا بڑا نقصان ہوا، طلبہ کی تعلیم و تربیت اور ان کی اخلاقی نگرانی پر ان کی کڑی نظر تھی۔

ے خوش تر آں باشد کہ سرّ دل براں گفتہ آید در حدیث دیگراں

باسمہٖ تعالیٰ

حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین بڑودوی مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز، یوکے ''انگلینڈ'' کے حالات قلمبند کرنے سے پہلے اُن کے والد صاحب رحمہ اللہ اور خاندانی حالات کا تذکرہ بہ طور تعارف وتمہید مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی سید شمس الدین بڑودوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق ناظم اعلیٰ اصلاح المسلمین بڑودہ وجمعیۃ علماء صوبہ گجرات، انڈیا

اسم گرامی

آپ کا اسم گرامی شمس الدین ہے، اور آپ کے والد کا نام بدرالدین ہے، اور آپ کے دادا کا نام بہاء الدین ہے۔

حضرت مولانا مفتی سید شمس الدین بڑودوی صاحب رحمہ اللہ گجرات، انڈیا، کے مشہور اور جید علماء کرام میں سے تھے۔

وطن

آپ کا وطن شہر بڑودہ، گجرات، انڈیا ہے۔

خاندان

آپ خاندانِ سادات سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کا خاندان گیارہویں صدی ہجری میں بڑودہ آیا، اور چھٹی پشت میں آپ کے جدامجد سید بہاء الدین سب سے پہلے بڑودہ آکر آباد ہوئے۔ اس سے پہلے آپ کا خاندان احمد آباد میں تھا۔

آپ کے دادا سید بہاء الدین رحمہ اللہ بڑے صاحبِ نسبت بزرگ تھے، جس کی وجہ سے گھر کے ماحول میں تدین وتقوی غالب تھا، اسی ماحول کا اثر آپ کی طبیعت میں بھی فطری طور پر تھا۔

ولادت

آپ کی ولادت ۱۹۰۲ء سنہ میں بڑودہ شہر میں ہوئی۔

ابتدائی دینی تعلیم

آپ کی ابتدائی تعلیم بڑودہ شہر میں ہوئی، گجراتی تعلیم کے بعد آپ نے انگریزی تعلیم شروع کردی، مزاج میں بچپن ہی سے شرافت اور تدین غالب ہونے کی وجہ سے طبیعت کا میلان دینی تعلیم کی طرف تھا، اور انگریزی تعلیم کے ساتھ ہی مولانا نے ازخود اپنے طور پر قرآن کریم حفظ کرنا شروع کردیا تھا، اور تقریباً انیس پارے حفظ کرچکے تھے۔

انگریزی تعلیم سے دینی تعلیم کی طرف التفات

جب حق تعالیٰ شانہٗ کسی بندہ کونوازنا چاہتے ہیں اوراس سے اپنے دینِ حنیف کی خدمت لینا چاہتے ہیں توغیب سے اسباب وشکلیں پیدافرمادیتے ہیں۔

صورتِ حال یہ پیش آئی کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ بچپن میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے زمانہ میں کسی جگہ کا سفر کررہے تھے، دورانِ سفرٹرین میں کسی نے مولانا رحمہ اللہ سے ان کا نام دریافت کیا، نیز والد اور دادا کا نام بھی دریافت کیا، مولانا رحمہ اللہ نے اپنے والد اور دادا کا نام بتلایا، پھراس شخص نے دریافت کیا کہ صاحبزادے! تم کیا پڑھتے ہو؟ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ انگریزی تعلیم حاصل کررہاہوں، یہ سن کراس شخص نے مولانا رحمہ اللہ سے ناگواری کے انداز میں کہا، اچھا، ایسے بزرگوں کی اولاد ہوکر انگریزی تعلیم حاصل کرتے ہو؟ افسوس کی بات ہے! اس شخص کے اس جملہ سے مولانا رحمہ اللہ کے قلب پر سخت چوٹ لگی، اوریہی جملہ ان کی زندگی میں انقلاب کا ذریعہ ثابت ہوا۔

آپ کی زندگی کی خدمات سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوآپ کے ہاتھوں اپنے دین متین کا کام لینا منظور تھا، اورآپ کے ہاتھوں گم کردۂ راہ قوموں کی ہدایت مقدر تھی، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیوی تعلیم سے ہٹا کرحصولِ علمِ دین کے لیے ایک سبب پیدا فرمادیا، اللہ تعالیٰ اس طعن وتشنیع کا جملہ کسنے والے کوغریقِ رحمت فرماوے۔آمین۔

الغرض انھوں نے اسی وقت انگریزی تعلیم چھوڑ کرکسی دینی مدرسہ میں داخل ہوکر دینی تعلیم حاصل کرنے اورمکمل کرنے کاقطعی اورحتمی فیصلہ کرلیا۔

گھر واپس آ کر اپنے والد صاحب سے اظہارِ خیال کیا، والد صاحب نے درمیانِ سال میں تعلیم چھوڑنے کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا کہ اچھا، سال پورا کر لے، پھر مدرسہ چلے جانا؛ مگر حضرت مولانا رحمہ اللہ قطعی فیصلہ کر چکے تھے، اس لیے عذر خواہی کی، والد صاحب نے کچھ سختی بھی کی؛ مگر مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''اب یہ قدم کسی طرح بھی اسکول کی طرف نہ چلیں گے، میں تو اب پڑھنے ہی جاؤں گا''۔

مولانا رحمہ اللہ کی طبیعت کا انداز اور تحصیلِ علمِ دین کا جذبہ اور داعیہ دیکھ کر بہ خوشی اجازت دیتے ہوئے والد نے دریافت کیا، کہاں جاؤ گے؟ مولانا رحمہ اللہ کے کان میں کسی طرح مدرسہ اشرفیہ، راندیر، سورت کا نام پڑ چکا تھا، اس لیے انہوں نے جواب دیا کہ میں مدرسہ اشرفیہ، راندیر، سورت میں پڑھنے کے لیے جاؤں گا۔

مولانا رحمہ اللہ کے والد صاحب کی مالی اور اقتصادی حالت بہت خستہ اور کمزور تھی، آپ کی والدہ نے ایک گٹھڑی میں دو جوڑ کپڑے اور باجری کی روٹی باندھ دی، اور صرف سورت اسٹیشن تک کے کرایہ کی رقم کا انتظام ہو سکا۔

آپ نے سورت کا ٹکٹ لیا، اور روانہ ہو گئے، سورت اتر کر راندیر تک کسی سواری سے پہنچنے کا کرایہ نہ تھا، لہٰذا سورت سے پیدل راندیر روانہ ہو گئے، اور نمازِ مغرب سے پہلے راندیر کسی مسجد میں پہنچ کر وہاں کے مؤذن سے مدرسہ اشرفیہ کا پتہ دریافت کیا، مؤذن نے خیال کیا کہ یہ نیک صورت اجنبی مسافر لڑکا ہے، اس نے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟ اور کیوں آئے ہو؟ حضرت مولانا رحمہ اللہ نے اپنا نام و پتہ اور آنے کی غرض

وغایت بیان کی، اس مؤذن نے کہا کہ دیکھواس وقت تو شام ہو چکی ہے، مدرسہ میں داخلہ وغیرہ تو صبح میں ہو سکے گا، اس لیے تم رات کو اطمینان سے میرے پاس اسی مسجد میں قیام کرلو اور میرے ساتھ ہی کھانا کھالو صبح کو مدرسہ چلے جانا۔

چنانچہ مولانا رحمہ اللہ نے اسی مسجد میں رات قیام فرمایا، اور صبح کی نماز کے بعد مدرسہ اشرفیہ کی تلاش میں نکل پڑے، اس زمانہ میں جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت کی نئی نئی بنیاد پڑی تھی، اور وہ اپنے ابتدائی مرحلہ میں بالا پیر کے اندر واقع تھا، دورانِ تلاش یہ وہاں پہنچے، دو تین طالب علموں نے ان کو دیکھ کر اندر بلایا، یہ مدرسہ کے اندر گئے، طلبہ نے ان سے آنے کی وجہ دریافت کی، مولانا رحمہ اللہ نے حاضری کی وجہ بتلائی تو انہوں نے کہا کہ یہاں ٹھہر جاؤ، ابھی کچھ دیر میں حضرت مولانا محمد حسین راندیری صاحب رحمہ اللہ تشریف لے آئیں گے تو تمہارا داخلہ ہو جائے گا۔

مگر مولانا رحمہ اللہ نے مدرسہ میں داخل ہونے سے پہلے بورڈ پر ''جامعہ حسینیہ'' نام لکھا ہوا دیکھ لیا تھا؛ اس لیے سمجھ گئے کہ یہ مطلوب ومعروف مدرسہ نہیں، اس لیے مولانا رحمہ اللہ وہاں سے نکل آئے؛ مگر اتفاق سے راستہ میں حضرت مولانا محمد حسین راندیری صاحب رحمہ اللہ (بانیٔ جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت) سامنے سے تشریف لا رہے تھے، مولانا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرا اور ان کا آمنا سامنا ہو گیا، میرا اور ان کا اب تک باہمی کوئی تعارف نہ تھا؛ مگر انہوں نے قیاس سے تاڑ لیا اور مجھے راستہ ہی میں روک کر فرمایا کہ تو کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟ اور کیوں آیا ہے؟ میرے جوابات کے بعد انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر

مجھ سے فرمایا میرے ساتھ چل، اور اپنے ہمراہ مجھے جامعہ حسینیہ میں لے آئے۔

جامعہ حسینیہ اپنے قیام کے ابتدائی دور میں بالا پیر محلّہ میں واقع تھا، اور اس وقت اس مدرسہ میں صرف سترہ طلبہ تھے، مدرسہ میں لاکر مولانا محمد حسین صاحب رحمہ اللہ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کچھ قرآن شریف وغیرہ بھی پڑھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں، انّیس پارے حفظ کر چکا ہوں، اس کے بعد حضرت مولانا محمد حسین صاحب رحمہ اللہ نے مجھے ایک قرآنِ مجید عطا کر کے فرمایا: جا! سامنے پڑھنے کے لیے بیٹھ جا۔

مولانا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس وقت جامعہ حسینیہ میں درجۂ حفظ میں احقر تنہا ایک طالب علم تھا، حفظ کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا رحمہ اللہ نے جامعہ حسینیہ ہی میں دیگر کتبِ درسیہ کی تعلیم جاری رکھی، اور دورانِ طالبِ علمی اپنی ذہانت، ذکاوت، محنت و جفاکشی، خوش اخلاقی، سلامتیِ طبع وغیرہ خوبیوں کی وجہ سے تمام اساتذۂ کرام خصوصاً بانیٔ جامعہ حسینیہ حضرت مولانا محمد حسین راندیری رحمہ اللہ کی خصوصی عنایات وتوجہات کا مرکز بن گئے۔

فراغت

حفظ کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا رحمہ اللہ نے بڑی محنت وجانفشانی کے ساتھ از اوّل تا آخر درسِ نظامی کی تکمیل کر کے ۱۴۱۳ھ میں جامعہ حسینیہ سے سندِ فراغت ودستار فضیلت حاصل کی۔

جامعہ حسینیہ، راندیر میں پہلی مرتبہ تدریس

حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ حسینیہ راندیر، سورت میں

دو مرتبہ تدریسی خدمات انجام دی ہیں، ایک تو فراغت کے بعد اپنے استاذِ محترم حضرت مولانا محمد حسین صاحب رحمہ اللہ بانئ جامعہ حسینیہ راندیر، سورت کے دورِ اہتمام میں، پھر وہاں سے مولانا محمد حسین صاحب رحمہ اللہ کے ایماء پر جنوبی افریقہ تدریسی خدمت کے لیے تشریف لے گئے۔

سفر افریقہ اور تعلیمی واصلاحی خدمات

افریقہ کے دورانِ قیام امامت ومکتب کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ترویج واشاعتِ سنت ، ردِّ بدعات، علماء دیوبند کا تعارف اور ان کے مسلکِ حق کی صحیح ترجمانی اور دیگر فرقِ باطلہ خصوصاً قادیانیت کے رد میں بڑی مستعدی اور مجاہدہ کے ساتھ قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔

آپ نے وہاں تین سال ہی قیام فرمایا، وجہ یہ ہوئی کہ آپ کے مزاج میں سادگی، سلامت روی، اسلاف کے طرزِ عمل سے وابستگی اور جدّت پسندی، فحّاشی، اور عریانی سے نفرت وغیرہ اوصاف کے غلبہ کی وجہ سے افریقہ کے دورانِ قیام آپ کی طبیعت ہمیشہ وہاں کے ماحول سے متوحش اور متنفر رہی، اور آپ ہمیشہ ذہنی وطبعی کوفت محسوس کرتے رہے، ان وجوہات کی بناء پر وہاں سے دل برداشتہ ہو کر واپس لوٹ آئے۔

جامعہ حسینیہ، راندیر میں دوسری مرتبہ تدریس

دوسری مرتبہ جامعہ حسینیہ، راندیر میں تین سال افتاء کے ساتھ تدریسی خدمات محرم ۱۳۶۰ھ سے ۱۳۶۳ھ تک انجام دیں۔

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریس

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں ۱۳۶۵ھ سے ۱۳۶۷ھ تک تین سال حضرت مفتی اسمٰعیل بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ کے زمانۂ اہتمام میں تدریسی خدمات انجام دی ہیں۔

طرزِ تدریس، وجامعیت

دونوں جگہ نحو، منطق ،صرف، تفسیر، تاریخ وادب، فقہ اصول فقہ وغیرہ مختلف علوم وفنون کی مختلف کتابیں حضرت مولانا رحمہ اللہ کے زیرِ درس رہی ہیں۔

آپ کے شاگردوں کا بیان ہے کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ کی درسی تقریر نہایت جامع مانع انداز میں زیر بحث مسئلہ کے تمام پہلوؤں اور گوشوں کو حاوی، مدلل ومختصر ہوا کرتی تھی، اور آپ کے درس کی یہ خصوصیت تھی کہ اگر طالب علم محنت سے کسی بھی فن کی کوئی کتاب آپ سے پڑھ لیتا تو بحمد اللہ اس فن سے مناسبت ہو جاتی۔

بیعت وتزکیۂ نفس

حضرت مولانا شمس الدین رحمہ اللہ کی فراغت ۱۳۶۱ھ میں ہوئی، اور فراغت کے بعد ہی شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر حضرت رحمہ اللہ کے قیامِ سِلہَٹ کے زمانہ میں بیعت ہو چکے تھے، اس وقت تک حضرت مدنی رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند تشریف نہیں لائے تھے، اس وقت سے تا آخر حیات حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ والہانہ تعلق رہا، قیامِ سِلہَٹ کے زمانہ میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ سِلہَٹ میں رمضان شریف گذارا کرتے تھے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ عشق کی حد تک محبت تھی، ایک مرتبہ مکہ معظّمہ میں محدث العصر حضرت علامہ محمد یوسف بنوری نے اپنی ایک مجلس میں تھوڑے تھوڑے وقفہ سے تین مرتبہ یہ جملہ فرمایا کہ جی ہاں! حضرت مولانا کو حضرت مدنی رحمہ اللہ سے عشق کی حد تک محبت تھی، اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کو بھی مولانا رحمہ اللہ سے دلی تعلق تھا، لہٰذا مولانا کا ہمیشہ خیال فرماتے تھے، اور حتی الامکان مولانا کی کسی گذارش کو رد نہ فرماتے تھے۔

نیز حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ کے تزکیۂ نفس سے متعلق اوراد و وظائف اور معمولات کے سلسلہ کے مکاتیب جو اپنے شیخ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے رہے ہیں، ان خطوط کی مستقل فائل مولانا رحمہ اللہ کے صاحبزادوں کے پاس ہے، چند نمونے سوانح مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ میں نقل کیے گئے ہیں۔

تصنیف وتالیف

(۱) گجراتی ترجمۂ قرآن مجید: گجراتی زبان میں آپ کا سب سے اہم تصنیفی کارنامہ قرآنِ مجید کا گجراتی میں ترجمہ ہے، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا اردو ترجمۂ قرآن جو ان کے اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے فوائد وحواشی سے مزین ہے، حضرت مولانا شمس الدین رحمہ اللہ نے اس کا گجراتی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

گجراتی زبان میں بحیثیت مترجم آپ ہی ہیں اس کی تائید حضرت مولانا محمد مالک بن حضرت علامہ محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کی زبانی ہوتی ہے، جو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ کے دورِ اہتمام میں تفسیر وحدیث

کے مدرس رہ چکے ہیں۔

حضرت مولانا محمد مالک صاحب رحمہ اللہ ۱۹۸۸ء میں ایک ہفتہ کے دورہ پر پاکستان سے انگلینڈ تشریف لائے تھے، لندن میں ایک جگہ قیام تھا، خبر پاتے ہی بندہ راقم الحروف اور مولانا منور حسین سورتی، خطیب جامع مسجد بالھم، لندن، حضرت کی جائے قیام پر پہنچے، علماء کی مجلس تھی، ہمارے تعارف کے بعد دورانِ گفتگو مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ کا ذکر خیر آیا تو انہوں نے فرمایا کہ مولانا شمس الدین بڑودوی صاحب ہمارے زمانہ میں مدرس تھے، اور اُس زمانہ میں گجراتی ترجمۂ قرآن کریم پر بڑی محنت فرمارہے تھے، میرا تو پاکستان جانا ہوگیا، اس لیے معلوم نہ ہوسکا کہ یہ ترجمۂ قرآن گجراتی میں پھر شائع ہوا یا نہیں؟ جواب دیا گیا کہ وہ شائع ہو چکا ہے۔

نوٹ: حضرت مولانا شمس الدین رحمہ اللہ کے قلم سے لکھا ہوا مکمل قرآن کریم کے ترجمہ کا مسودہ ان کی اولاد کے پاس محفوظ ہے۔

(۲) معجزاتِ خیر البشر اور کراماتِ صحابہؓ: احادیث وسیر کی معتبر ومستند کتابوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات پر اور حضرات صحابۂ کرام کی کرامات پر مشتمل یہ دو رسالے تصنیف فرمائے۔

کئی رسائل وکتب کے گجراتی تراجم

علاوہ ازیں بہت سے رسائل اور کتابوں کا گجراتی میں ترجمہ کیا ہے، جن میں ''اسلام کیا ہے؟'' از حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ اور ''مختصر سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' از

حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی بھی شامل ہیں۔

قادیانی کفر توڑ

افریقہ کے دورانِ قیام بڑھتے ہوئے قادیانی فتنہ کے وقت یہ کتاب لکھی، مرورِ زمانہ کے بعد پہلا حصہ ہی وہاں محفوظ رہ سکا، بقیہ حصوں کا پتہ نہیں چلا۔

فتاویٰ

حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ نے جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت میں دوسری مرتبہ محرم ۱۳۶۰ھ سے ۱۳۶۳ھ تک تدریس کی ہے، تدریس کے ساتھ افتاء کی خدمت بھی انجام دی ہے، اللہ جل شانہ نے آپ کو قوتِ تحقیق واستنباط اور تعمقِ نظر کی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔

مولانا رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں سے طرزِ استدلال کے نمونہ کے طور پر رجسٹرِ نقولِ فتاویٰ میں سے ایک استفتاء جس کا جواب کافی طویل ہے جو نہایت جامع ومدلل اور تشفی بخش ہے، ''سوانح حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ'' میں نقل کردیا گیا ہے۔

عربی قاعدہ ''احسن القواعد''

بچوں کو حروفِ تہجی کی مختلف شکلیں ذہن نشین کرانے اور کم سے کم وقت میں بچوں کے اندر قرآن کریم پڑھنے کی صلاحیت واستعداد پیدا کرنے کے لیے سہل اور نئے انداز سے کوئی قاعدہ مرتب کرنے کی سخت ضرورت تھی، چنانچہ مولانا رحمہ اللہ نے اس ضرورت کو محسوس فرما کر ۱۳۵۵ھ میں ایک قاعدہ ''احسن القواعد'' کے نام سے مرتب فرمایا۔

یہ قاعدہ مرتب فرما کر حضرت مولانا رحمہ اللہ نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کی خدمت میں اس کو ملاحظہ اور دعاء کی غرض سے ارسال کیا، حضرت مدنی رحمہ اللہ نے اس کو نہایت پسند کرتے ہوئے اپنے مکتوب گرامی میں یہ جملہ تحریر فرمایا کہ ''اللہ جل شانہ اِس قاعدہ کو قبول فرما کر خلائق کے لیے نافع و مفید تر بنائے۔ آمین۔''

اس کے بعد ماضی قریب میں قدرے تغیر و تبدل کے ساتھ مختلف ناموں سے منظر عام پر آنے والے تمام دوسرے قاعدوں کا مأخذ و مبنیٰ یہی اَحْسَنُ الْقَوَاعِد ہے۔

مختلف دینی و ملّی خدمات

زندگی بھر مختلف خدمات انجام دیتے رہے ہیں، بہ قول حضرت منشی عیسیٰ بھائی کاوی مرحوم ''ایڈیٹر ماہ نامہ، پیغام کاوی''۔ حضرت مفتی سید مہدی حسن سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا سید یوسف بنوری رحمہ اللہ (اُس وقت وہ انڈیا سملک میں مقیم تھے) حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ ان تینوں حضرات نے جمعیۃ علماء صوبہ گجرات قائم کی، حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ تاحیات جمعیۃ علماء صوبۂ گجرات کے ناظم اعلیٰ رہے۔

حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ اور''اصلاح المسلمین''بڑودہ

صوبۂ گجرات میں ایک قوم ''مولائے اسلام گراسیہ'' تقریباً دولاکھ کی تعداد میں آباد ہے، اس قوم کی اکثر آبادی بڑودہ اور کھیڑا ضلع میں ہے، یہ لوگ راجپوت تھے، تقریباً

پانچ سو سال قبل ان کے آباء واجداد نے اسلام قبول کیا تھا، بدقسمتی سے ان میں دینی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے اُن کا رہن سہن، بود و باش وطرزِ زندگی ہندوانہ ہی رہا، ہندوانہ تہوار بھی مناتے تھے، نام کے مسلمان تھے۔

۱۹۲۵ء اور ۱۹۲۶ء کے دوران ان کو آریہ سماج اور دوسری سوسائٹیوں نے مرتد بنانے کی کوشش کی تھی؛ لیکن علماء کرام کی بروقت فوری توجہ سے ان کی کوششیں ناکام رہیں۔

پھر ہندوستان کی آزادی کے بعد فرقہ پرست طاقتیں منظم طریقہ سے ۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۳ء میں پہلے سے زیادہ مؤثر طریقہ سے مرتد بنانے کی خفیہ طریقہ سے ذہن سازی کرتی رہیں، پھر انھوں نے سوچی سمجھی اسکیم کے تحت منظم طریقہ سے اجتماعات طے کیے؛ تاکہ لوگ کھلم کھلا طور پر اسلام چھوڑنے کا اعلان کرسکیں، چنانچہ ایک اجتماع کا اعلان کیا گیا۔

اس اعلان کی خبر سنتے ہی حضرت مولانا مفتی سید شمس الدین صاحب رحمہ اللہ اپنے رفقاءِ کار کے ساتھ میدانِ عمل میں آئے، حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کو اس فتنہ سے مطلع کر کے گجرات کے متعدد علماء کرام اور ذمہ داران کے تعاون سے فوری طور پر اس اجتماع کے سدِّ باب کی ہر ممکن کوشش کی، الحمد للہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

اب آئندہ پھر ارتداد کی صورت پیدا نہ ہو، اور ان میں دینی شعور پیدا ہو، اس کے لیے دینی تعلیم وتربیت اور اصلاح معاشرہ کی صورتوں پر غور وفکر کرتے رہے، لہٰذا ایک مستقل ادارہ بنام ''اصلاح المسلمین'' قائم ہوا جس کے تحت جگہ جگہ مدارس ومکاتب قائم کیے گئے، خستہ وبوسیدہ مساجد کی مرمت کی گئی، کئی مساجد کا کام شروع ہوا، عمر رسیدہ، بڑوں کی تعلیم

کے لیے رات کے مدرسوں کا قیام عمل میں آیا، دوتین مبلغ رکھے گئے، کنویں اور بورنگ کے انتظامات کیے گئے، حضرت مولانا رحمہ اللہ تاحین حیات بڑی جفاکشی اور مجاہدوں کے ساتھ دیہاتوں اور قصبات کا سفر کر کے اصلاح المسلمین کے امور کو انجام دیتے رہے۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مولانا عبدالرحیم بورسدی رحمہ اللہ ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے، پھر مولانا بورسدی رحمہ اللہ کی مکمل معذوری کے بعد اصلاح المسلمین کے ذمہ دار اکابر علماء حضرات نے باصرار مولانا بڑودوی رحمہ اللہ کے تیسرے نمبر کے صاحبزادہ حضرت مولانا قمرالدین محمود کو اصلاح المسلمین کی مکمل ذمہ داری سپرد کردی، جس کو انہوں نے احسن طریقہ سے نبھایا، اور کام کو پھیلایا اور ترقی دی، مزید برآں اللہ رب العزت نے آپ کو یہ بھی شرف عطا فرمایا کہ آپ ۱۴۳۶ھ سے دارالعلوم بڑودہ کے شیخ الحدیث ہیں، اور درس کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

بڑودہ شہر میں عربی مدرسہ (دارالعلوم) کے قیام کی تمنا اور جدوجہد

حضرت مولانا رحمہ اللہ ''اصلاح المسلمین'' کی مصروفیات اور دیگر دینی مشاغل ومصروفیات میں انہماک کی بناء پر خود تو کسی عربی مدرسہ کی بنیاد نہ ڈال سکے؛ لیکن آپ کے قلبِ مبارک میں اس کا خیال ضرور تھا، چنانچہ آپ نے ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ کو اس وقت کے اکابر حضرت مدنی رحمہ اللہ اور دیگر اکابرِ ہند کی خدمت میں اس مقصد کے حصول وتکمیل کے لیے بغرض دعاء خطوط روانہ فرمائے۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ کے خطوط کے جوابات بھی مولانا رحمہ اللہ کے صاحبزادوں کے پاس اب بھی محفوظ ہیں، ان موجودہ جوابی خطوط میں سے برکۃ العصر قطب عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کا اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمودہ مکتوبِ گرامی ذیل میں درج کیا جارہا ہے، اس وقت تک حضرت شیخ کو آنکھوں میں نزول آب کی شکایت نہ تھی۔

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کا مکتوبِ گرامی

مکرم ومحترم زید عنایتکم   بعد سلام مسنون! اس وقت گرامہ نامہ پہنچا، مدرسہ عربی کے قیام کا خیال بہت مبارک ہے، یہ ناکارہ دعاء کرتا ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے اس مبارک ارادہ کو کامیاب فرمائے اور جلد از جلد مدرسہ کے قیام کی صورت میسر فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے آپ کی مدد فرمائے، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ناکارہ خود بھی دعاء کرتا رہے گا اور احباب سے بھی درخواست کرے گا، شروع ہی سے بڑے پیمانہ کا ارادہ نہ فرمائیں، اللہ کا نام لے کر معمولی صورت سے شروع کردیں، کارکنوں میں اخلاص ہوگا تو ان شاء اللہ تعالیٰ ترقی ہوتی رہے گی فقط والسلام۔

زکریا، مظاہر علوم ۳/محرم الحرام ۱۳۷۷ھ

الغرض حضرت مولانا رحمہ اللہ کو دارالعلوم کی بڑی فکر تھی، جس کے لیے جدوجہد کا آغاز فرمایا؛ مگر دوسری طرف اصلاح المسلمین کے کام کے پھیلاؤ کی وجہ سے قائم نہ فرما سکے،

بعض قدیم علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ بڑودہ شہر میں دار العلوم ضرور قائم فرمالیتے؛ لیکن اسباب ووسائل کی کمی اور ضلع کھیڑا میں ابھرنے والے ارتدادی فتنوں کی روک تھام اور ''اصلاح المسلمین'' کی ذمہ داریوں اور مصروفیات کی وجہ سے ان کو اس کا موقعہ نہ مل سکا؛ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ حق تعالیٰ اپنے مقدس بندوں کی دعاؤں اور نیک تمناؤوں اور قربانیوں کو ضائع نہیں فرماتے، اس کا پھل اور نتیجہ دیر سویر ضرور مرحمت فرماتے ہیں۔

چنانچہ ان کے انتقال کے دس بارہ سال کے بعد موجودہ ''دار العلوم بڑودہ، تاندلجہ'' کا وجود پذیر ہوکر نتیجہ خیز اور بارآور ہونا حضرت مولانا مرحوم کے خواب کی حسین تعبیر اور ان کے افکار ونظریات کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

وفات

ادارہ اصلاح المسلمین کے ماتحت ضلع احمد آباد میں چیکھلا نامی ایک پسماندہ دیہات میں تعمیرِ مسجد کا کام چل رہا تھا، اس کی نگرانی اور ضروری ہدایات دینے وغیرہ کی غرض سے حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ وہاں تشریف لے گئے تھے، نگرانی اور دیگر ضروری ہدایات ومشورے دیکر وہاں سے واپس ہوئے۔

واپسی میں وہ بہ مقام ''آنند'' تشریف لائے، بڑودہ سے تقریباً بائیس میل کے فاصلہ پر کھیڑا ضلع میں یہ شہر واقع ہے، اس زمانہ میں ''اصلاح المسلمین'' کا دفتر جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام، آنند کی قدیم عمارت میں تھا، آنند پہنچنے کے بعد ۱۳ شعبان ۱۳۷۸ھ، مطابق

فروری ۱۹۵۹ء بروز اتوار صبح آٹھ بجے حضرت مولانا رحمہ اللہ پر قلب کا شدید دورہ پڑا (اس سے پہلے ان کو کبھی یہ شکایت نہ تھی) جس سے نہایت کرب و بے چینی اور شدید تکلیف ہوئی، فوراً ڈاکٹر کو طلب کیا گیا، اس نے تشخیص کے بعد ایک انجکشن دیا، اور کچھ دوا دی، اور قریب میں جو ذمہ دار حضرات تھے ان سے یہ کہا کہ قلب کا شدید دورہ ہے، جو جان لیوا ثابت ہوسکتا ہے، اگر چوبیس گھنٹے بہ خیر وخوبی گذر جائیں تو خطرہ سے باہر قرار دیا جاسکتا ہے، ان کو مکمل آرام کرایا جائے، انجکشن وغیرہ کے بعد حضرت مولانا رحمہ اللہ نے اپنی طبیعت میں کچھ سکون وافاقہ محسوس کیا، اور چارپائی پر لیٹے ہی رہے، ظہر کے وقت اسی کمرہ میں پانی منگواکر وضوء کر کے انتہائی نقاہت وکمزوری کے باوجود ظہر کی نماز اداء کر کے پھر لیٹ گئے، عصر کی نماز کے وقت پھر پانی طلب کیا، وضوء کے لیے اٹھنا چاہتے تھے کہ اتنے میں اچانک قلب پر دوسرا شدید دورہ پڑا، تکلیف کی وجہ سے فوراً زبان پر کلمہ شہادت جاری ہوگیا، اور چند ہی سکینڈ میں جان، جان آفریں کے سپرد کردی۔

ایک خالص دینی سفر میں وطن سے دور فی سبیل اللہ آپ کی موت واقع ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تجہیز وتکفین

وفات کے بعد آپ کی نعش مغرب کے بعد آپ کے آبائی وطن بڑودہ لائی گئی، بجلی کی طرح آپ کی وفات کی خبر شہر اور اطراف وجوانب میں پھیل گئی، اس اچانک انتقالِ پُر ملال سے سب پر غم واندوہ کی کیفیت طاری ہوگئی، مختلف مقامات سے نمازِ جنازہ میں شرکت

کی اطلاعات نیز مقامی اخبارات اور روزناموں میں وفات کی خبر شائع ہوجانے کی بناء پر باہر سے بھی لوگوں کی نماز جنازہ میں شرکت متوقع ہونے کی وجہ سے دوسرے روز صبح ساڑھے دس بجے نمازِ جنازہ وتجہیز وتکفین کا پروگرام طے کیا گیا، شہر اور بیرون شہر مختلف طور پر جیسے جیسے اطلاع پہنچتی رہی، لوگ وقت مقررہ پر نماز جنازہ میں شرکت کے لیے آتے رہے، راندیر سے جامعہ حسینیہ کے شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا احمد اللہ صاحب راندیری رحمہ اللہ اور اس وقت کے اصلاح المسلمین کے صدر حضرت مولانا عبدالرحیم صادق راندیری مرحوم کے علاوہ مقامی وغیر مقامی علماءِ کرام نماز جنازہ میں شریک ہوئے، اہل شہر کا بیان ہے کہ جنازہ کے ساتھ لوگوں کا ہجوم بے حد تھا، بڑودہ شہر میں کسی جنازہ میں عوام وخواص ہر طبقہ کے لوگوں کی اتنی کثیر تعداد میں شرکت کی مثال نہیں ملتی۔

بڑودہ شہر میں آجوا روڈ پر حضرت مولانا رحمہ اللہ کا آبائی موروثی مملوک خاندانی قبرستان ہے، اسی قبرستان کے وسیع احاطہ میں نمازِ جنازہ حضرت علامہ الحاج مولانا احمد اللہ راندیری رحمہ اللہ سابق شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت نے پڑھائی، اور پھر اسی قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ وارضاہ۔

جس سفر میں حضرت مولانا رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، اس سفر پر روانگی سے قبل مولانا رحمہ اللہ اپنے اسی قبرستان میں تشریف لے گئے، اس وقت وہاں اس کی ملحقہ زمین میں کچھ کام چل رہا تھا، مولانا رحمہ اللہ نے سفر سے واپسی تک کے کام کے سلسلہ میں ملازمین کو ضروری ہدایات دیں، اور یہ فرمایا کہ ''آج تو میں سفر میں جا رہا ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ پیر

کے روز صبح یہاں آؤں گا'' اس کے بعد مولانا رحمہ اللہ سفر پر روانہ ہو گئے، اور واپسی میں ۱۳ شعبان ۸۷ ۱۳ھ اتوار کے روز شام کو عصر کے بعد آنند میں انتقال ہو گیا، اور وہاں سے نعش بڑودہ لائی گئی، اور پیر کے روز صبح ساڑھے دس بجے حسب وعدہ بہ ذریعہ جنازہ قبرستان پہنچ کر ہمیشہ کے لیے وہاں آسودۂ خاک ہو گئے۔ رحمہ اللہ وغفر لہ۔

حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد

حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنے پیچھے چار بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی۔

کسی شخص کے تمام بیٹے حافظ، قاری اور عالم دین ہوں، ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے، حضرت مولانا کو یہ شرف حاصل ہے، اور ان پر حق تعالیٰ کا خصوصی انعام ہے کہ مولانا مرحوم کی اولاد بڑی صالح اور سعادت مند ہونے کے ساتھ تعلیمی، تدریسی، اصلاحی اور خدمتِ خلق وغیرہ مختلف شعبوں میں ملتِ اسلامیہ کی عظیم خدمات انجام دے رہی ہے۔ اللھم زد فزد۔

موجودہ اولاد۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کی کرامت

حضرت مولانا شمس الدین صاحب بڑودوی رحمہ اللہ کی اولادِ ذکور واناث (لڑکے، لڑکیاں) میں سے کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا، اسی طرح کئی بچے بچپن ہی میں سال دو سال کی عمر میں فوت ہو گئے، حضرت مولانا رحمہ اللہ اور ان کی اہلیہ کو اس کا بڑا صدمہ تھا، بالآخر حضرت مولانا رحمہ اللہ نے سوچا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے دعاء کی درخواست کی جائے، چنانچہ پوری صورتِ حال بیان کر کے حضرت مدنی رحمہ اللہ سے دعاء کی گذارش کی، حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''اچھا! جس وقت گھر میں امید ہو (حمل قرار پا جاوے) تو مجھے مطلع کریں''

اس گذارش کے بعد جب پہلی مرتبہ اہلیہ محترمہ کو حمل قرار پایا تو حضرت مولانا رحمہ اللہ

نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کو خط لکھ کر اطلاع دی، حضرت کا جواب موصول ہوا کہ ''میں دعاء کرتا ہوں، اگر لڑکا پیدا ہو تو (۱) محمد بہاؤ الدین (۲) مصلح الدین احمد (۳) قمر الدین محمود (۴) محمد محی الدین، ان چاروں ناموں میں سے کوئی ایک نام تجویز کر دیں، اور اگر لڑکی پیدا ہو تو صالحہ نام تجویز کر دیں''۔

اب لڑکا پیدا ہوا تو حضرت مولانا رحمہ اللہ نے محمد بہاؤ الدین نام تجویز کر دیا، اس کے بعد لڑکی پیدا ہوئی تو صالحہ نام تجویز کر دیا، اس کے بعد یکے بعد دیگرے تین لڑکے پیدا ہوئے تو حضرت مولانا رحمہ اللہ نے علی الترتیب مصلح الدین احمد، قمر الدین محمود، محمد محی الدین نام تجویز کر دیے۔

ہر بچہ کی ولادت کے بعد حضرت مولانا رحمہ اللہ اس کا نام تجویز کر کے بچہ کی ولادت سے حضرت مدنی رحمہ اللہ کو مطلع کرتے، اور حضرت مدنی رحمہ اللہ ان میں سے ہر بچہ کے لیے طویل العمر، سعادت مند، صاحب علم واقبال ہونے کی دعاء فرماتے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے تحریر فرمودہ ناموں کے ساتھ موسوم یہ چار بیٹے اور ایک بیٹی ہی زندہ ہیں، اس کے بعد حضرت مولانا شمس الدین صاحب بڑودوی رحمہ اللہ کی جتنی اولاد (لڑکے، لڑکیاں) پیدا ہوئی، وہ سب بچپن ہی میں فوت ہوگئی، ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہا۔

موجودہ چاروں صاحبزادے بحمد اللہ حافظ، قاری، عالم، مفتی بنے، اور صاحبزادی بھی بڑی نیک متدیّن اور سعادت مند ثابت ہوئی، اس بناء پر حضرت مولانا رحمہ اللہ کی موجودہ اولاد کو حضرت مدنی رحمہ اللہ کی چلتی پھرتی کرامت ہی کہا جا سکتا ہے۔

تذکرہ حضرت مولانا مفتی سیّد مصلح الدین احمد بڑودوی صاحب مدظلہ

حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے صاحبزادگاں کے مختصر مختصر احوال ''سوانح حضرت مولانا شمس الدین رحمہ اللہ'' میں لکھ چکا ہوں، یہاں چونکہ بندہ ناچیز کے استاذ محترم حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ کا تذکرہ مقصود ہے، اس لیے حضرت مولانا کے احوال کچھ تفصیل سے لکھ رہا ہوں

اسم گرامی وولادت

آپ کا اسم گرامی مصلح الدین احمد ہے۔

آپ کی پیدائش ۳/صفر المظفر ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۴/اپریل ۱۹۳۷ء صوبۂ گجرات کے مشہور ومعروف ضلع وشہر بڑودہ میں بروز چہارشنبہ ہوئی۔

ناظرہ اور ابتدائی تعلیم

ناظرۂ قرآنِ کریم اور ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد صاحب رحمہ اللہ سے حاصل کی، جس وقت حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں مدرس کی حیثیت سے قیام پذیر تھے۔

حفظ قرآنِ کریم

اسی زمانہ میں آپ نے جامعہ ڈابھیل میں ساڑھے نو سال کی عمر میں حافظ جی لال صاحب رحمہ اللہ کے پاس حفظِ قرآن مکمل کیا۔

ابتدائی اردو فارسی کی کتابیں

جب حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی تدریس سے مستعفی ہوکر اپنے وطن بڑودوہ تشریف لے گئے تو بڑودہ ہی میں مکان پر آپ نے اپنے والد صاحب سے اردو اور فارسی کی کچھ ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

دارالعلوم مدرسہ اشرفیہ، راندیر، سورت میں داخلہ

شوال ۱۳۷۰ھ میں دارالعلوم مدرسہ اشرفیہ راندیر، سورت میں والد محترم رحمہ اللہ نے آپ کو فارسی درجۂ دوم میں داخل کیا، اس وقت فارسی درجۂ دوم مکمل حضرت مولانا حکیم ابوالشفاء حبیب الرحمٰن صدیقی بلیاوی (المتوفی ۱۱ محرم ۱۴۱۰ھ، مطابق ۱۹۸۵ء، بروز بدھ۔ تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو مقدمہ محمود الفتاویٰ ۱/ ۸۳ تا ۸۶) کے پاس تھا، لہٰذا گلستاں، بوستاں، مالا بدمنہ، چہار باب اہل اللہ وغیرہ جملہ کتابیں اُن سے پڑھیں۔

اس زمانہ میں عربی اول مکمل مولانا سید محی الدین قاضی ''نبیرۂ قاضی رحمت اللہ راندیری رحمہ اللہ، وداماد حضرت مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ''(ان کی وفات ۱۴ ستمبر ۱۹۹۹ء بروز منگل ہے، ماخوذ: از مقدمہ محمود الفتاویٰ ۱/ ۸۰، ۸۱) کے پاس تھا، لہٰذا عربی اول کی سب کتابیں آپ نے ان سے پڑھیں۔

اور درجۂ عربی دوم کی کتابوں میں قلیوبی حضرت مولانا احمد اشرف راندیری رحمہ اللہ سے، اور نحو میر حضرت مفتی عبدالغنی کاوی رحمہ اللہ سے، اور تیسیر المنطق، مرقاۃ حضرت مولانا عبدالصمد کالا کاچھوی رحمہ اللہ سے، اور علم الصیغہ اور شرح مائۃ عامل حضرت مولانا قاری

عبد الجلیل صدیقی نانوتوی رحمہ اللہ سے، اور اردو وعربی املاء کی مشق حضرت مولانا شیر محمد خراسانی (ایران) رحمہ اللہ سے فرمائی۔

حضرت مولانا احمد نور پشاوری رحمہ اللہ تعالیٰ

یہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں، اور بانیٔ جامعہ حسینیہ راندیر کی حیات اور ان کے زمانہ اہتمام میں جامعہ حسینیہ کے شیخ الحدیث رہ چکے ہیں، جامعہ سے علیحدگی کے بعد راندیر وسورت میں مقیم رہے، اورسورت میں وفات پائی، اس وقت وہ راندیر میں قیام پذیر تھے، اور مسجد چنارواڑ میں پنج وقتہ نمازیں پڑھنے کا معمول تھا، مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ کے والد صاحب رحمہ اللہ سے بھی ان کے اچھے تعلقات تھے، (مولانا مصلح الدین احمد اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا قمرالدین محمود صاحب مدظلہ درجۂ حفظ سے دورۂ حدیث تک ہم سبق رہے ہیں) نور الایضاح کے سبق میں کما حقہ تشفی نہ ہونے کی وجہ سے ان دونوں نے حضرت مولانا احمد نور صاحب رحمہ اللہ سے خارج میں نور الایضاح پڑھا دینے کی درخواست کی، انھوں نے قبول کرلی، چنانچہ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ساڑھے گیارہ بجے سے ایک بجے تک ان کے مکان پر حاضر ہوکر نور الایضاح پڑھتے تھے، انھوں نے ان دونوں کو نور الایضاح پڑھائی۔

دار العلوم دیوبند میں داخلہ اور درس نظامی کی تکمیل

اس کے بعد مولانا رحمہ اللہ نے ان کو اعلیٰ تعلیم کے لیے شوال ۱۹۷۲ء میں دار العلوم دیوبند بھیج دیا، اس زمانہ میں دار العلوم دیوبند کے اندر شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا محمد

اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ ناظمِ تعلیمات تھے، انہوں نے ہی نورالایضاح ، قدوری، ہدایۃ النحو وغیرہ کتابوں کا امتحانِ داخلہ لیا، اور ۴۸ نمبرات دے کر امتحانِ داخلہ میں کامیاب کیا، ان کو کنزالدقائق وغیرہ عربی درجۂ سوم کی آگے کی کتابیں مطلوب تھیں ،حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا کہ کتب ممتَحَنہ میں کامیابی کی وجہ سے تم مطلوبہ کتابوں کے مستحق ہو، مگر مولوی صاحب! ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے؟ (اُس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی) لہٰذا انہی کتابوں کو دوبارہ پڑھ لوتو بہتر ہے ، بولو! اب تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت! آپ کے مشورہ کے مطابق انہی کتابوں کو دوبارہ پڑھ لونگا، چنانچہ انہی کتابوں میں دوبارہ داخلہ لے لیا۔ یہاں تک کہ ۱۳۷۸ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور سند فراغ حاصل کی

سند فراغ کا عکس اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو:

عکسِ سندِ فراغ از دارالعلوم دیوبند، سنِ فراغت ۱۳۷۸ھ وتاریخِ حصول سند ۲ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ



الحمد لله الذي جعل الشريعة المطهرة مقياسا للحلال والحرام وأنار لها معالم أعلاما يهتدي بها المتخبطون في غياهب [illegible]

دركات الظلام وأقام لها أئمة قائمين بأمر الله لا يضرهم من خذلهم لا يخافون في الله [illegible] في كل عصر جماعة يحفظون

الدين ويبلغون الأحكام فطوبى لهم من حملة العلوم وورثة الأنبياء العظام والصلوة والسلام على من أرسله [illegible]

[illegible]

[illegible]

فيه الأقدام وبعد فإن الأخ الصالح البار المولوي الحافظ القاري مصلح الدين بن مولانا شمس الدين المتوطن [illegible]

قد دخل دار العلوم الديوبندية التي هي مركز العلوم الدينية [illegible] في الثاني والعشرين من شوال المكرم سنة

اثنين وسبعين بعد الألف وثلاثمائة من الهجرة النبوية على صاحبها ألف ألف صلاة وتحية فقرأ من العلوم والفنون الكتب الآتي ذكرها [illegible] على طريقة

حسنة رضي عنها الأساتذة وأركان المدرسة [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] والتابعين والأئمة المجتهدين

رضوان الله تعالى عليهم [illegible] والله الموفق والمعين وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين

حرر في يوم السبت الثاني من الربيع الثاني سنة ثمانين بعد الألف وثلاثمائة من الهجرة النبوية صلى الله على صاحبها وسلم

أسامي الكتب المقروءة

[illegible]

إمضاءات المدرسين الكرام والأراكين العظام بدار العلوم

[illegible]

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ کو دو مرتبہ امتحان دینے کا شرف

حضرت مولانا سید مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ نے احقر کے ایک استفسار کے جواب میں فرمایا کہ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ سے تلمذ کا شرف تو حاصل نہیں ؛البتہ دو مرتبہ ان کو امتحان دینے کا موقعہ میسر ہوا، پہلی مرتبہ امتحانِ داخلہ دینے کا اتفاق ہوا، جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

شیخ الادب رحمہ اللہ کا سلام میں پہل کرنے کا اہتمام والتزام

اسلام میں سلام کرنے کی بڑی تاکید و تعلیم ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں ''کتابُ الایمان'' میں ایک باب قائم کیا ہے، ''افشاء السلام من الایمان'' سلام کی ترویج ''نشرواشاعت'' ایمان واسلام کے مقتضیات میں سے ہے، اور پھر حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ کا قول نقل کیا ہے: قال حمّادٌ: ''ثلث من جمعھن فقد جمع الایمان'' تین خصلتیں جامع ایمان ہیں، ''الانصاف من نفسک وبذل السلام للعالم والانفاق من الاِقتار'' اپنی ذات کے بارے میں انصاف برتنا، اور پوری دنیا یعنی تمام مسلمانوں کو سلام کرنا، اور خود حاجت مند ہونے کے باوجود دوسروں پر خرچ کرنا، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ کسی شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا ''أيّ الاسلام خیر؟'' اسلامی خصلتوں میں کونسی خصلت سب سے بہتر ہے؟ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تطعم الطعام

وتقرئ السلام علیٰ من عرفت ومن لم تعرف'' کھانا کھلانا اور ہر مسلمان کو خواہ تمہاری اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو، اس کو سلام کرنا۔

شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ کی ذاتِ گرامی اس کی جیتی جاگتی تصویر تھی، ہر شخص چھوٹا ہو یا بڑا ہو حتیٰ کہ بچوں کو بھی سلام کرنے میں پہل کرتے تھے، اور کوئی شخص پوری کوشش کے باوجود سلام کے اندر پہل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکتا تھا، اس کے ثبوت میں یہ بات کافی ہے کہ حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ کا انتقال رجب المرجب سنہ ۱۳۷۴ھ میں ہوا ہے، آپ کی وفات پر دارالعلوم دیوبند میں ایک تعزیتی اجلاس زیر صدارت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ منعقد ہوا، اس میں حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ نے یہ فرمایا کہ دیکھو آج میری عمر ساٹھ (۶۰) سال کی ہورہی ہے، دیوبند ہی میں میری ولادت ہوئی، یہیں نشو ونما پایا، دیوبند ہی میں تعلیم حاصل کی، اس پوری ساٹھ سالہ زندگی کے عرصہ میں کئی مرتبہ پوری کوشش کے باوجود ایک بار بھی حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ کو پہلے سلام کرنے میں مجھے کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔

اس کے بعد حضرت مولانا سید مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ کی حیاتِ طیبہ کے دو سال ہی ملے، حق تعالیٰ شانہ کا شکر ہے کہ ان دو سالوں میں ایک مرتبہ مجھے اور برادرِ عزیز مولانا قمرالدین محمود صاحب کو پہلے سلام کرنے کا موقعہ مل گیا: ہوا یہ کہ ایک مرتبہ ہم دونوں بھائی عصر کے بعد کسی جگہ جارہے تھے، اور سامنے سے حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ تشریف لا رہے تھے، وہاں موڑ تھا،

جس کی بناء پر حضرت کی نظر ہم پر نہ پڑسکی، اور ہم نے حضرت کو دیکھ لیا، لہٰذا دور ہی سے ہم دونوں نے ''السلام علیکم'' کہدیا، اور شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ نے ہمارے سلام کا جواب دیا۔

دوسری مرتبہ امتحان دینے کا واقعہ یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں ہدایۃ النحواور کافیہ یہ دونوں کتابیں ایک سال میں پڑھائی جاتی ہیں، اور شرح جامی دوسرے سال میں ہوتی ہے، ہماری جماعت نے ہدایۃ النحواور کافیہ حضرت مولانا قاری اصغرعلی سہس پوری رحمہ اللہ سے پڑھی ہیں، موصوف حضرت مدنی قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں، اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کے بڑے معتمد تھے، اور حضرت مدنی رحمہ اللہ نے اپنی تمام اولاد کی تعلیم وتربیت ونگرانی انہی کے حوالہ کررکھی تھی، حضرت مدنی رحمہ اللہ کے مہمانوں کے قیام وطعام کا انتظام بھی حضرت موصوف کے حوالہ تھا، حضرت والا دارالعلوم دیوبند کے کامیاب اساتذہ میں سے تھے، اور فن نحو میں ان کو بڑی مہارت تھی، ہماری جماعت میں اکثر طلبہ ذہین وفہیم اور شوقین تھے، لہٰذا حضرت الاستاذ ہماری جماعت سے بڑی محبت فرماتے تھے، ششماہی امتحان تک ہماری یہ دونوں کتابیں ہدایۃ النحواور کافیہ ختم ہوگئی تھیں، حضرت الاستاذ مولانا قاری اصغرعلی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر تم چاہوتو شرح جامی بحث فعل وحرف بھی تمہاری جماعت کو پڑھادوں۔

دارالعلوم دیوبند میں اس وقت دستور یہ تھا کہ ایک کتاب ختم ہونے کے بعد دفتر تعلیمات میں تحریری درخواست دے کر ناظم تعلیمات سے اگلی کتاب پڑھنے کی اجازت لینا

ہوتی تھی، اُس وقت ناظمِ تعلیمات حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ تھے، چنانچہ ہماری جماعت نے تحریری درخواست دیدی کہ ''کافیہ'' ختم ہوگئی ہے، لہٰذا ہماری جماعت کو شرح جامی بحث فعل وحرف پڑھنے کی اجازت دے دی جاوے۔

اتفاق سے احاطۂ مولسری میں ہم دونوں بھائیوں کا حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ سے آمنا سامنا ہوگیا، دیکھتے ہی شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ''مولوی صاحب! مولوی صاحب! تمہاری درخواست موصول ہوئی ہے، فوراً کافیہ لے کر دفتر تعلیمات میں آجاؤ، ہر طالب علم سے حضرت شیخ الادب رحمہ اللہ کا طرزِ خطاب اسی طرح ہوتا تھا، خیر ہم دونوں بھائی (میں اور برادرِ عزیز مولانا قمرالدین محمود صاحب، ہم دونوں درجۂ حفظ سے دورۂ حدیث تک ہم سبق رہے ہیں) ڈرتے ڈرتے کافیہ لے کر بہ غرضِ امتحان دفتر تعلیمات میں پہنچ گئے، حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ کا معمول یہ تھا کہ بوقت امتحان کسی جگہ سے بھی کتاب کھول کر انگلی رکھ کر فرماتے تھے کہ پڑھو، برادرِ عزیز مولانا قمرالدین کو ایک جگہ انگلی رکھ کر فرمایا پڑھو، والثانی عن نسبة فی جملة او ماضاهاها الخ، صاحب کافیہ نے تمیز کے بیان میں تمیز کی قسم ثانی کو اس عبارت میں ذکر کیا ہے، برادر عزیز نے ابھی تو عبارت پڑھنا شروع ہی کیا تھا، اتنے میں سوال کردیا کہ مولوی صاحب! ''ماضاهاها'' میں پہلی ہاء اس ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ برادرِ عزیز نے کہا کہ حضرت یہ ضمیر نہیں، یہ بابِ مفاعلت سے ماضی کا واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، اور پہلی ہاء اصلی ہے، عین کلمہ کی جگہ واقع ہے، حضرت نے فوراً کتاب بند کردی، اور میرے سامنے کتاب کھول کر فرمایا:

یہاں سے پڑھو، میں نے عبارت شروع کی ومِن ثَمَّ الخ، فوراً سوال کیا ، مولوی صاحب! مولوی صاحب! حرف پر حرف کیسے؟ یعنی دخول حرف جر تو اسم کا خاصّہ ہے؟ فعل اور حرف پر حرف جر داخل نہیں ہوسکتا، میں نے کہا کہ حضرت! ثُمَّ ثا کے ضمّہ کے ساتھ یہ تو حرف عطف ہے مگر یہاں تو ومِن ثَمَّ ثا کے فتحہ کے ساتھ ہے، یہ اسم ظرف ہے، حرف عطف نہیں، لہٰذا اس پر دخولِ حرفِ جر میں کوئی اشکال نہیں، حضرت نے فوراً کتاب بند کردی، اور درخواست کو منظور کرتے ہوئے اس پر شرح جامی بحث فعل وحرف پڑھنے کی اجازت تحریر فرمادی۔

ہم نے جا کر حضرت الاستاذ مولانا قاری اصغر علی صاحب رحمہ اللہ سے پورا قصہ نقل کیا، تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا ہوا کہ تم دونوں حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ چڑھ گئے، ورنہ کوئی اور طالب علم ہاتھ چڑھ جاتا تو مشکل ہوجاتی۔

قراءتِ حفص، سبعہ وعشرہ کی تکمیل

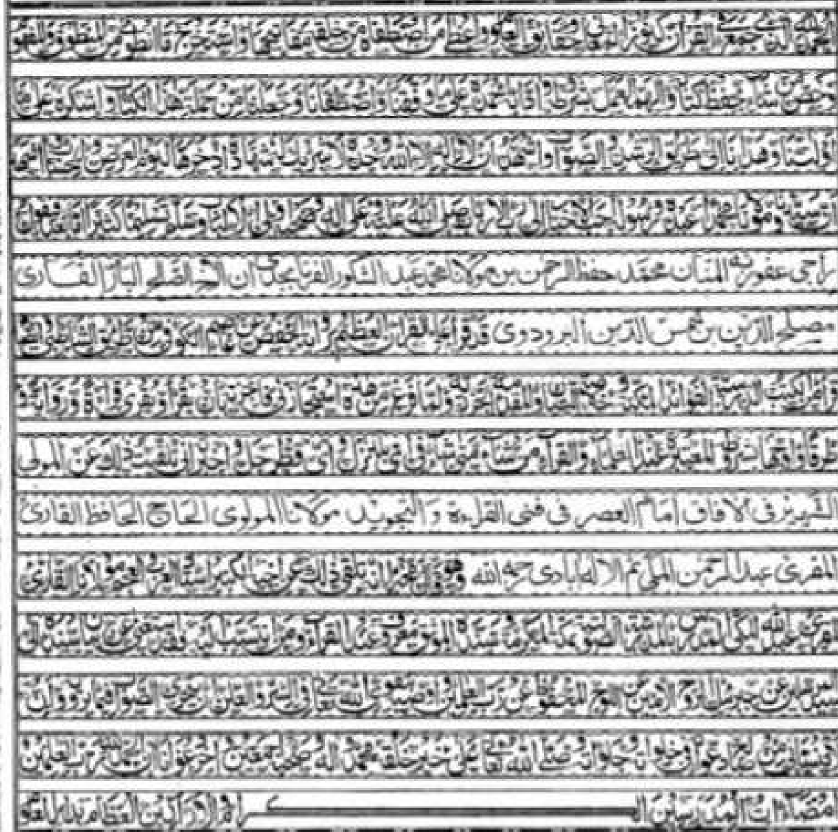
دارالعلوم دیوبند میں استاذ الاساتذہ صدرالقراء حضرت مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ سے قراءت حفص کا نصاب مکمل کرکے شاطبیہ، رائیہ، طیبۃ النشر وغیرہ پڑھ کر اجراء وغیرہ کرکے سبعہ وعشرہ کا نصاب بھی مکمل کیا۔ حضرت قاری حفظ الرحمن صاحب رحمہ اللہ بلا واسطہ براہ راست صاحبِ فوائدِ مکیہ کے ممتاز شاگردوں میں سے ہیں۔

نصاب حفص کی تکمیل اور دار العلوم مدرسہ اشرفیہ راندیر، سورت میں تجوید وقراءت کا باقاعدہ نظام

ہمارے **استفسار** کے جواب میں حضرت مفتی قاری مصلح الدین صاحب نے فرمایا کہ دار العلوم مدرسہ اشرفیہ راندیر، سورت میں تجوید وقراءت کی تعلیم تو پہلے سے جاری تھی لیکن باقاعدہ نظام کی ابتداء ۱۳۷۱ھ میں ہوئی، جب کہ حضرت مولانا احمد اشرف راندیری مہتمم دار العلوم اشرفیہ نے حضرت مولانا قاری عبد الجلیل صدیقی نانوتوی صاحب کو تجوید وقراءت کی تعلیم وتدریس کے لیے ۱۳۷۱ھ میں مدعو کیا۔

تذکرۂ قاریان ہند مصنفۂ عماد القراء ومقری قراءات عشرہ جناب بسم اللہ بیگ مرزا صاحب نے صفحہ ۸۰ پر استاذ الاساتذہ شیخ القراء حضرت قاری حفظ الرحمن صاحب رحمہ اللہ کے حالات میں ان کے قابل ذکر شاگردوں کی فہرست میں ایک نام قاریٔ سبعہ عبد الجلیل کا بھی ذکر کیا ہے، اس سے غالبًا یہی مراد ہیں یہ اس وقت بالکل نوجوان تھے۔ بہر حال قاری عبد الجلیل صدیقی نانوتوی مدظلہ سے سب سے پہلے ہماری جماعت نے تحفۃ الاطفال، فوائد مکیہ، ہدیۃ الوحید، جمال القرآن اور المقدمۃ الجزریہ' یہ جملہ کتابیں پڑھیں، مشق بھی کی، اور اجراء حفص بھی کیا، اس سے پہلے دار العلوم مدرسہ اشرفیہ میں تکمیلِ نصابِ حفص کا سلسلہ نہ تھا، حضرت مولانا احمد اشرف راندیری نے تکمیلِ نصابِ حفص کی سند بھی اسی زمانہ میں طبع کرائی، اور ۷؍شعبان ۱۳۷۲ھ کو دار العلوم مدرسہ اشرفیہ کے سالانہ اجلاس میں سب سے پہلے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے دست مبارک سے مولانا مصلح الدین ومولانا قمر الدین صاحبان اور ان کے رفقائے درس کو تکمیلِ نصابِ حفص کی سند دی گئی۔

عکسِ سند الفراغ از شعبۂ قراءت و تجوید، از شیخ القراء قاری حفظ الرحمن پرتاپگڑھی بتاریخ: ۱۳ محرم سنہ ۱۳۷۷ھ



راجي عفو ربه المنان محمد حفظ الرحمن بن مولانا محمد عبد الشكور ... القاري

مصلح الدين بن شمس الدين البردوي ...

الشهير في الآفاق امام العصر في فني القراءة والتجويد مولانا المولوي الحاج الحافظ القاري

المقرئ عبد الرحمن المكي ثم الاله آبادي رحمه الله ...

دارالعلوم دیوبند میں استاذالاساتذہ حضرت قاری حفظ الرحمن صاحب سے شرف تلمذ:

ہم نے حضرت مفتی قاری سید مصلح الدین احمد صاحب سے دریافت کیا کہ دارالعلوم دیوبند میں آپ نے کن حضرات سے تجوید وقراءت کی تعلیم حاصل کی؟ اورفن تجوید کی کون سی کتابیں پڑھیں وغیرہ وغیرہ؟ چنانچہ انہوں نے فرمایا: میں اورمیرے برادرعزیز مفتی قاری سید قمرالدین محمود، ہم دونوں بھائی شوال ۱۳۷۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں ابتدائی درجہ یعنی عربی درجۂ دوم میں داخل ہوئے ،اس زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کے اندر دورۂ حدیث میں داخلہ کے لیے تصحیح مخارج وصفات کے ساتھ پارۂ عم کا حفظ اورقرآن کریم کے چندرکوعات کی مشق لازمی تھی ،ہم دونوں بھائی دارالعلوم مدرسہ اشرفیہ راندیر میں نصاب حفص کی تکمیل کے ساتھ اجراء حفص بھی کرچکے تھے ،لہذا ضابطہ وشرط کے ماتحت خانہ پُری کے لیے حضرت قاری نعمان بن حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم بلیاوی کے یہاں تجوید ومشق میں داخلہ لے لیا تھا۔دارالعلوم دیوبند کے بعض طلباء جوہم سے بخوبی واقف تھے سال بھر ان کا شدید اصرار رہا کہ تم دونوں کواستاذ الاساتذہ شیخ القراء حضرت مولانا قاری حفظ الرحمن صاحب سے ضرور پڑھنا چاہیے ،اورہمیں قوی امید ہے کہ تم کوحضرت قاری صاحب کے یہاں ضرور داخلہ مل جائے گا۔

حضرت مولانا قاری حفظ الرحمن صاحب شیخ القراء حضرت مولانا عبدالرحمن المکی ثم الٰہ آبادی صاحب فوائدمکیہ کے اخص تلامذہ میں سے تھے، اور دارالعلوم دیوبند میں شعبۂ تجوید وقراءات کے صدر تھے ،ماہرفن ہونے کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند میں اپنے یہاں شعبۂ تجوید کے اندرطلباء کے انتخاب کا ان کواختیار واختصاص حاصل تھا، وہ جس طالب علم کو

اپنے یہاں داخل کرنا چاہتے اس کو داخل کر لیتے ، اور جس کو چاہتے انکار کر دیتے ۔لہٰذا ان کے یہاں داخلہ بہت مشکل تھا ، اور ان کے پاس داخلہ کو سعادت سمجھا جاتا تھا، اصرار کرنے والے طلبہ سے ہم دونوں بھائی ہمیشہ معذرت کرتے رہے، اور کہتے رہے کہ حضرت قاری صاحب بڑے نازک مزاج ہیں، ان کی طبیعت کی نزاکت اور لطافت کا ممکن ہے کہ ہم سے تحمل نہ ہو سکے اور استاذ کا ادب واحترام نہایت ضروری ہے۔

حضرت قاری حفظ الرحمن صاحب کو مچھلی کے شکار کا بڑا شوق تھا (کھانے کا نہیں) اور مچھلی کے شکار کے فضائل میں فرمایا کرتے تھے: ارشاد خداوندی ہے **احل لکم صیدالبحر وطعامه متاعا لکم وللسیارة وحرم علیکم صید البرمادمتم حرما**۔ بحالت احرام خشکی کا شکار تو حرام ہے مگر مچھلی کے شکار پر کوئی پابندی نہیں ۔احاطۂ مولسری میں حضرت کی درسگاہ تھی ، اور یہی قیام گاہ بھی تھی ، مچھلی پکڑنے کی جال اور کانٹا وغیرہ وہیں پر رہتا ، اثناءِ سبق میں اگر شوق کا غلبہ ہوتا تو طلباء سے فرماتے : چلو شکار کے لیے۔اب حضرت قاری صاحب آگے آگے اور طلباء پیچھے پیچھے ، نہر میں مچھلی کے شکار کے لیے جال وغیرہ ڈال کر نہر کے کنارہ ہی پر شاطبیہ اور رائیہ وغیرہ کتابوں کا سبق ہوتا تھا، اسی جگہ پر مشق واجراء وغیرہ بھی ہوتا ، ایک عجیب منظر ہوتا تھا ، بناء بریں ہم ان کے یہاں داخلہ سے احتراز ومعذرت کرتے رہے مگر ان طلباء کا اصرار شدید ہوتا گیا۔

چنانچہ اگلے سال شوال میں ہم نے حضرت قاری صاحب کے یہاں داخلہ کی درخواست دے دی۔ حضرت قاری صاحب نے ہم دونوں بھائیوں کا امتحان لیا اور بعض جگہ سے ہمارا قرآن مجید سن کر بلا چوں وچرا اپنے یہاں ہمارا داخلہ منظور کر لیا، حضرت قاری حفظ الرحمن صاحب سے ہم نے اوّلاً حفص کا نصاب دوبارہ مکمل کیا۔فوائد مکیہ، مقدمۃ الجزری

اور خلاصۃ البیان‘ یہ کتابیں دوبارہ پڑھیں، اور ایک ماہ میں پورے قرآن کریم کا اجراء حفص مکمل کیا۔ہم دونوں بھائی روزانہ ایک ایک پارہ سناتے تھے، حضرت قاری حفظ الرحمن صاحب نہایت خاموشی سے سنتے رہتے۔اس طرح تیس دن میں اجراء حفص مکمل ہو گیا۔

سندِ فراغ، سند افتاء اور سند تجوید وغیرہ کوئی سند دارالعلوم دیوبند میں از خود نہیں دی جاتی تھی، عندالطلب ہی دی جاتی تھی، طلب سند کے لیے درخواست دینا ہوتی ہے، اور سند کی قیمت دفتر تعلیمات میں جمع کرانی پڑتی ہے، اور قیمت جمع کرنے کے دو یا تین ہفتہ کے بعد سند دی جاتی ہے۔شوال ۱۳۷۷ھ مشکوٰۃ شریف والے سال میں ہم نے سوچا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی حیات طیبہ ہی میں تکمیل حفص کی سند طلب کر لینی چاہیئے تا کہ اس سند پر حضرت مدنی کے دستخط بھی ہو جائے، لہٰذا ہم نے دفتر تعلیمات میں حصول سند کی درخواست دے دی۔ ۱۳ / محرم ۱۳۷۷ھ کو دارالعلوم دیوبند کی جانب سے سند تکمیل حفص ہم کو ملی جس پر حضرت مدنی، حضرت قاری حفظ الرحمن اور حضرت قاری محمد طیبؒ وغیرہ کے دستخط ہیں، اس کے بعد شاطبیہ، رائیہ اور طیبۃ النشر وغیرہ کتابیں پڑھ کر اجراء کر کے سبعہ وعشرہ کا نصاب مکمل کیا ۲ / ربیع الاول ۱۳۸۰ھ بروز سنیچر دارالعلوم دیوبند سے حاصل شدہ سند فراغ میں ۱۳۷۲ھ سے ۱۳۷۹ھ تک تمام فنون کی جتنی کتابیں پڑھی ہیں، ان کی فن وار تفصیل ذکر کرنے کے بعد اخیر میں درج ہے۔ **وقد قرأ من علم التجويد الفوائد المكية وخلاصة البيان والشاطبية والرائية وطيبة النشر وقرأ القران كله تجويدا**۔ فراغت کے بعد فوری طور سے درسی کتابوں کی تعلیم وتدریس میں اشتغال کی بناء پر تجوید وقرات کی تعلیم وتدریس کا موقعہ نہ مل سکا۔

آپ کی حسن قراءت وتلاوت

اس عنوان کے تحت مولانا یونس بن قاری بندہ الٰہی صاحب مذکورہ بالا سوانح (صفحہ نمبر ۷۲) پر رقم طراز ہیں کہ آپ مفتی سید مصلح الدین بہترین قاری ہیں، آپ کی تلاوت وقراءت میں قواعد تجوید کی پوری پوری رعایت ہوتی ہے، دور شباب میں آواز بھی پُر کشش تھی، تلاوت بڑی شیریں، صاف ستھری اور دل کش ہوا کرتی تھی، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی مسجد میں تدریس کے زمانہ میں وقتاً فوقتاً فجر کی نماز پڑھاتے تھے، قراءت سنت کے مطابق طوال مفصل میں سے ہوتی تھی، عجیب کشش تھی، مولانا کی عمدہ اور بہترین تلاوت کو سن کر طلباءِ عزیز بھی تلاوت کے بارے میں باہمی تذکرہ کے دوران کہتے تھے کہ مولانا کے دوسرے بھائی مولانا مفتی قمر الدین محمود صاحب جو پچھلے سالوں میں یہاں مدرس رہ چکے ہیں، ان کی تلاوت اور بھی عمدہ ہوتی تھی۔ اللہ تعالی نے موجودہ تینوں بھائیوں کو فن قراءت وتجوید کے ساتھ عمدہ تلاوت وقراءت سے بھی نوازا ہے، حضرت مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب نے یہاں انگلینڈ آنے سے پہلے تک مسلسل چالیس تک پوری بیس رکعت تراویح پڑھائی ہے، بڑودہ شہر کی جامع مسجد میں شہر کے دور دراز علاقہ سے لوگ ان کا قرآن شریف سننے کی غرض سے نماز تراویح ان کے پیچھے پڑھتے تھے،

"ادا" تو اِن دو بڑودویوں کی بھت صحیح ھے

تذکرہ قاریانِ ہند (ص ۸) پر حضرت قاری حفظ الرحمن کے احوال میں ان کے قابل ذکر شاگردوں کی فہرست میں ایک نام، قاریِٔ عشرہ فیض الحسن جموی' بھی ہے۔ اس سے مراد جموں کشمیر کے باشندہ مولانا فیض الحسن صاحب مراد ہیں، انہوں نے دار العلوم دیوبند میں پندرہ سال تک طالب علمی کی ہے، کسی فن کی کوئی کتاب انہوں نے نہیں

چھوڑی، بڑے جید الاستعداد متدین اور متقی تھے،فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں بطور مدرس ان کا تقرر ہوا تھا، اور کئی سال تک دارالعلوم دیوبند میں تدریس کی، اب تو انتقال ہو چکا ہے۔مولانا مصلح الدین صاحب کی طالب علمی کے زمانہ میں مولانا فیض الحسن بھی حضرت قاری حفظ الرحمن صاحب سے سبعہ وعشرہ کی کتابیں پڑھتے تھے۔حضرت قاری حفظ الرحمن ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: ''فیض الحسن لاکھ روپے کا قاری ہے اگر اس کی ادا صحیح ہو جائے'' ان کی ادا صحیح نہیں تھی۔لہٰذا ادا کو صحیح کرنے کی بڑی محنت وکوشش کرتے تھے، انہوں نے حضرت قاری حفظ الرحمن سے عرض کیا: کہ آپ کو سنانے سے پہلے میں آپ کے شاگردوں میں سے مولوی قاری محمد اصغر گنگوہی صاحب رحمہ اللہ (سابق شیخ الحدیث، جامعہ عربیہ خادم الاسلام، ہاپوڑ یو۔پی۔انڈیا، یہ مولانا مصلح الدین احمد صاحب کے بالکل ابتدائی کتابوں سے دورۂ حدیث تک ہم سبق رہے ہیں، نیز تجوید وقراءۃ میں حفص، سبعہ وعشرہ کی کتابوں میں بھی ہم سبق رہے ہیں، اور حضرت قاری حفظ الرحمن صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، طالب علمی کے زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں کئی سال تک امامت بھی کی ہے، اب تو وفات پا چکے ہیں) کو سنایا کروں؟ تو اس پر قاری حفظ الرحمن صاحب نے فرمایا: تمہاری مرضی مگر'' ادا تو ان دو بڑوڈ ویوں کی بہت صحیح ہے''۔مولانا فیض الحسن نے کہا: میرا ان دو بھائیوں سے کوئی تعارف نہیں، پھر مولانا فیض الحسن ہم دونوں بھائیوں کے پاس آئے اور درج بالا پوری گفتگو نقل کر کے مولانا قمر الدین کو سنانا طے کیا، اور روزانہ پہلے ان کو سناتے پھر حضرت قاری حفظ الرحمن صاحب کو جا کر سناتے تھے، اس سے بھی حضرت الاستاذ قاری حفظ الرحمن صاحب کی نگاہ میں مولانا موصوف کی وقعت وقدر واعتماد ظاہر ہوتا ہے۔

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری حفظ الرحمن صاحب رحمہ اللہ کے مختصر حالات

تذکرۂ قاریان ہند میں اس کے مصنف کہتے ہیں: کہ آپ کا اسم گرامی حفظ الرحمن ہے، وطن پرتاپ گڑھ (یو پی انڈیا) ہے، آپ کے والد محترم کا نام مولانا عبد الشکور ہے، ولادت ۱۳۱۷ھ بروز چہارشنبہ ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے چچا محمد یعقوب سے اور پھر اسکول میں حاصل کی، والدہ سے گلستاں و بوستاں پڑھی، بارہ سال کی عمر میں ۱۳۲۹ھ میں جامع العلوم کان پور میں داخل ہوئے، اور وہاں تین سال تک تعلیم حاصل کی، آگرہ میں مولوی سعد اللہ صاحب کے پاس معقولات کا درس حاصل کیا، ایک سال کے بعد الہ باد آ کر حضرت مولانا قاری عبد الرحمن مکی صاحب سے فوائد مکیہ، شاطبیہ، رائیہ، تیسیرہ درہ اور الوجوہ المسفرہ وغیرہ جیسی مستند کتابیں پڑھیں، ان سے فارغ ہونے کے بعد طلباء کی جدید جماعت جب یہ کتابیں شروع کرتی تو اس کے ساتھ خود بھی شریک ہوجاتے اس طرح چار سال تک الہ آباد میں تعلیم حاصل کر کے دار العلوم دیو بند میں داخل ہوئے، یہاں چار سال تک علوم کی تکمیل کی، قاری عبد الرحمن مکی کی اجازت سے عشرہ کا درس دیتے رہے، ڈھاکہ میں تین سال قیام رہا، اخلاق و ملنساری میں نظیر نہیں رکھتے، طبیعت میں عجز و انکساری بہت ہے، خوش الحان قاری ہیں، ادائیگی پر عبور ہے، شاگردوں سے خلوص کا برتاؤ ہے، دار العلوم دیو بند میں چالیس سال تک تقریباً شعبۂ تجوید میں شیخ التجوید و صدر القراء کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، حضرت والا فن تجوید و قراءات میں یکتائے زمانہ تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے والہانہ عقیدت و محبت تھی، حضرت مدنی جب قاری صاحب سے کسی وقت تلاوت کی فرمائش کرتے اور پھر جو تلاوت ہوتی وہ عجیب

پرسوز ہوتی، چنانچہ جب مولانا ابوالکلام آزادؒ اپنی وزارت تعلیم کے زمانہ میں دارالعلوم دیوبندتشریف لائے،اورآپ کے اعزاز میں جواجلاس ہوااس میں حضرت مدنی نے حضرت قاری صاحب سے تلاوت قرآن کریم کی استدعا کی،اوراس اجلاس میں قاری صاحب نے تلاوت فرمائی،اس تلاوت میں حضرت قاری صاحب پرعجیب وغریب کیفیت طاری تھی اور تلاوت میں بڑاسوز وگداز تھا۔

اس طویل عرصہ میں دارالعلوم دیوبند میں مختلف ممالک کے ہزارہا طلباء نے حفص وسبعہ وعشرہ کی تکمیل کی،اورآج پوری دنیا میں حضرت کے بلاواسطہ شاگردوں اور بالواسطہ شاگردوں کا فیض جاری ہے۔حضرت قاری حفظ الرحمن صاحب نے فن تجوید وقراءات حضرت مولانا قاری عبدالرحمن مکی سے حاصل کیا ہے،اورفرماتے تھے کہ''حضرت قاری عبدالرحمن مکی کی شخصیت اوران کی سندمحتاج تعارف وبیان نہیں''۔دارالعلوم دیوبند میں حضرت قاری حفظ الرحمن صاحب کی جانب سے جوسند دی جاتی تھی،اس میں ان کی جانب سے یہ عبارت تحریر کردہ ہے : **وهو قال مخبرا: انه تلقى ذلک عن اخيه الكبير استاذ العرب والعجم مولانا القارى والمقرى عبد الله المكى المدرس بالمدرسة الصولتية بمكة المكرمة وسنده الموثق معروف عند القراء ومن انتسب اليه فقد استغنى عن بيان سنده الى سيد المرسلين عن جبرئيل الروح الامين عن لوح المحفوظ عن رب العالمين۔**

دارالعلوم دیوبند کے اساتذۂ کرام

(۱) فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد مرادآبادی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے بخاری شریف اور موطا امام مالک پڑھیں۔

(۲) حضرت العلامہ محمد ابراہیم بلیاوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مسلم شریف مکمل اور ترمذی شریف مکمل پڑھیں۔

(۳) حضرت مولانا سید فخر الحسن مراد آبادی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے ابوداؤد شریف، نسائی شریف، مطول، رشیدیہ، مسامرہ، مسلم الثبوت پڑھیں۔

(۴) حضرت مولانا ظہور احمد دیوبندی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے ابن ماجہ اور توضیح تلویح پڑھیں۔

(۵) حضرت مولانا بشیر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے تصریح اور شرح چغمینی پڑھیں۔

(۶) حضرت مولانا محمد جلیل سیوہاروی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مشکوٰۃ شریف، نخبۃ الفکر پڑھیں۔

(۷) حضرت مولانا محمد حسین بہاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے سلّم العلوم، ملاّ حسن پڑھیں۔

(۸) حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مقاماتِ حریری، حسامی، سراجی، جلالین شریف پڑھیں۔

(۹) حضرت مولانا سید اختر حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کنز الدقائق، نورالانوار، ہدایہ اولین پڑھیں۔

(۱۰) حضرت مولانا معراج الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہدایہ آخرین، اور

میبذی پڑھیں۔

(۱۱) حضرت مولانا محمد نعیم دیوبندی رحمہ اللہ، دار العلوم دیوبند کے اساتذہ میں نہایت متین وسنجیدہ مزاج تھے، ان سے قُطبی تصدیقات وشرح جامی بحث اسم پڑھی ہے۔

ان حضرات کے علاوہ دیگر اساتذہ سے مختلف فنون کی کتابیں پڑھی ہیں۔

فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخرالدین احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا درس وقوتِ حافظہ

بندہ محمد یونس سورتی عرض گذار ہے کہ زیرِ ترتیب مجموعہ تقریباً مکمل ہونے کے بعد کل ۳/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ، مطابق ۲۴ جولائی ۲۰۲۰ء کو مفتی محمد طاہر سورتی نے بہ ذریعۂ فون حضرت مولانا موصوف سے درخواست کی کہ اپنے اساتذۂ کرام کے مختصر احوال، درسی خصوصیات اور دورانِ درس بیان کردہ مؤثر وعبرت آموز واقعات کا قلمبند کردیا جانا اس مجموعہ کی افادیت میں مزید اضافہ کا باعث ہوگا، لہٰذا حضرت مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب نے اپنی یادداشت کے مطابق درج ذیل امور تحریر کیے ہیں۔

حضرت الاستاذ مولانا سید فخر الدین احمد صاحب رحمہ اللہ کا درسِ بخاری جلدِ اول صبح دس بجے سے بارہ بجے تک اور جلد ثانی کا درس عشاء کے بعد رات بارہ بجے تک ہوتا تھا، آپ کا درس بہت جامع مانع، علوم ومعارف، حقائق ومعارف پر مشتمل ہوتا تھا، اور اللہ جل شانہ نے آپ کو عجیب وغریب حافظہ عطا فرمایا تھا، قوتِ حافظہ کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہوجاتا ہے:

ایک مرتبہ رات جلد ثانی کے سبق میں فرمایا کہ میں حافظِ قرآن نہیں تھا اور ہمارے علاقہ میں اُس وقت حفظِ قرآن کا رواج بھی نہ تھا، ایک مرتبہ شعبان المعظم کا مہینہ آیا اور اُس کا آخر تھا، بستی والوں کو احساس ہوا کہ رمضان المبارک شروع ہونے کو ہے، لہٰذا تراویح کے لیے کسی حافظِ قرآن کا انتظام ہونا چاہیے، لہٰذا ایک حافظ صاحب کو مدعو کیا گیا، ۲۹ شعبان کو حافظ صاحب گاؤں میں آگئے اور فرمانے لگے کہ میں تراویح میں قرآنِ کریم پڑھونگا؛ لیکن سامع کون ہوگا؟ کون سنے گا؟ بستی والوں نے کہا کہ یہاں اور کوئی حافظِ قرآن نہیں، لہٰذا آپ ہی پڑھیں گے اور آپ ہی سنیں گے، اس پر حافظ صاحب نے کہا کہ میں بغیر سامع کے تراویح ہرگز نہیں پڑھاؤنگا، اب بستی والے پریشان کہ آج ۲۹ شعبان ہے اور اگر چاند ہوگیا تو پہلی تراویح ہوجائے گی (اور اتفاق سے ۲۹ کو چاند نظر آگیا تھا) خیر بڑی کشمکش چل رہی تھی، یہ ساری صورتِ حال دیکھ کر میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ اگر میں سننے کی ذمہ داری لے لوں تو کیا آپ تراویح پڑھائیں گے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے تو بس ایک سامع چاہیے، اگر آپ سننے کی ذمہ داری لیتے ہیں تو میں ضرور تراویح پڑھاؤنگا، اب میں نے سوچا کہ یہ روزانہ سوا پارہ تراویح میں پڑھیں گے، لہٰذا میں قرآنِ کریم لے کر سوا پارہ یاد کرنے کے لیے بیٹھ گیا، میں روزانہ سوا پارہ یاد کر کے حافظ صاحب کو تراویح میں لقمے دیتا تھا، رمضان شریف کی ستائیسویں شب میں حافظ صاحب کا تراویح میں قرآنِ کریم ختم ہوا، اور میرا حفظِ قرآن مکمل ہوگیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔ اور فرمایا الحمدللہ، حق تعالی شانہ نے دادا استاذ کی سنت پوری کرادی: یعنی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ بانی دارالعلوم

دیو بند نے بھی سفرِ حج میں اٹھائیس دن میں حفظِ قرآن مکمل کیا تھا۔

ایک مرتبہ رات بخاری شریف جلد ثانی کے سبق کے دوران دیو بند کے اکابر واسلاف کے ذکرِ خیر کے ضمن میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کا تذکرہ آ گیا تو حضرت الاستاذ نے قسم کھا کر دو واقعے بیان فرمائے۔

(ا) حضرت الاستاذ نے ایک صاحب کا نام لیا اِس وقت میرے ذہن سے نام نکل گیا ہے، حضرت مدنی رحمہ اللہ کے مزاج میں تواضع، انکساری، اپنا ہیچ و بے حقیقت ہونا اور اپنے آپ کو بالکل فنا کر دینا اور مٹا دینا، اِس قدر غالب تھا کہ حضرت کی زبانِ مبارک سے صادر شدہ الفاظ و جملوں کو اپنی زبان وقلم سے نقل کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے اور دل کانپتا ہے، ''میں تو بالکل ہیچ اور بے حقیقت ہوں، دنیا کا کُتا ہوں، دارالعلوم دیو بند سے ماہانہ پانچ سو روپے تنخواہ لیتا ہوں وغیرہ وغیرہ'' اس قسم کے جملے اپنی مجلسوں اور عام جلسوں میں ارشاد فرمایا کرتے تھے، اُن صاحب نے حضرت مدنی قدس سرہ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت! آپ ہمیشہ یک طرفہ ون سائٹ بات کرتے ہیں، سکہ کا ایک ہی رُخ بتاتے ہیں، دوسرا رخ بالکل نہیں بتاتے تو اس قسم کی یک طرفہ ون سائٹ بات کرنا بالکل مناسب نہیں، حضرت مدنی قدس سرہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ سکہ کا دوسرا رُخ اور دوسری سائٹ آپ بیان فرما دیں، وہ صاحب بولے کہ حضرت! جب آپ امامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ سے بیعت ہو کر گنگوہ خانقاہ رشیدیہ کے جس حجرہ میں آخر شب میں ذکرِ جہری کرتے تھے اور ضربیں لگاتے تھے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ لا اللہ پر حجرہ کی دیوار

پھٹ جاتی اور اِلّا اللہ پر جوئنٹ ہوجاتی، آپ کو یہ بات بھی ذکر کرنی چاہیے مگر یہ باتیں تو آپ کی زبان پر بالکل نہیں آتی ہیں۔ یہ تصویر کا دوسرا رخ ہے، یہ بھی ضرور سامنے آنا چاہیے۔

(۲) حضرت الاستاذ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت مدنی قدس سرہ نجیب آباد، ضلع بجنور، یوپی، انڈیا میں ایک شادی میں مدعو تھے اور میزبان نے ہم دونوں کا قیام ایک ہی کمرہ میں تجویز کیا تھا، نکاح خوانی وغیرہ سے فارغ ہوکر ہم دونوں نے اُسی کمرہ میں رات کو آرام کیا، دسمبر کا مہینہ تھا، شدید سردی تھی، اخیر شب میں میری آنکھ کھلی میں سر پر لحاف اوڑھے ہوئے تھا اور مجھے محسوس ہوا کہ کسی چیز سے اس کے اجزاء الگ ہورہے ہیں اور جُدا ہورہے ہیں، میں نے سر پر سے لحاف ہٹایا تو میں نے دیکھا کہ حضرت مدنی قدس سرہ زمین کے فرش پر پڑے ہوئے ہیں اور آپ کے جمیع اعضاءِ بدن سر، ہاتھ، پاؤں الگ الگ ہیں، یہ کیفیت دیکھ کر مجھ پر تو اس قدر ہیبت طاری ہوگئی کہ میں نے فوراً سر پر لحاف اوڑھ لیا، اور پھر تھوڑی دیر کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ کسی چیز کے اجزاء باہم جوئنٹ ہورہے ہیں، میں نے سر پر سے لحاف ہٹایا تو دیکھا کہ حضرت مدنی ذکرِ جہری میں مصروف ہیں اور کمرہ کی چاروں دیواروں سے بھی ذکرِ جہری کی آواز آرہی تھی گویا کہ کمرہ کی دیواریں بھی آپ کے ساتھ ذکر میں مشغول تھیں، حضرت الاستاذ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ میرا چشم دید واقعہ اور مشاہدہ ہے۔

(۳) حضرت مدنی قدس سرہ کے یہاں رات کو عشاء کے بعد بخاری شریف جلد ثانی کا درس رات بارہ بجے تک ہوتا تھا، اب درس میں کسی طالبِ علم کو جھونکا آجاتا وہ سونے لگتا تو دوسرا طالبِ علم ایک پرچہ پر سونے والے طالبِ علم کا نام لکھ کر حضرت مدنی رحمہ اللہ کو بھیج دیتا، حضرت

مدنی قدس سرہ چالو سبق میں اُس سونے والے طالبِ علم کا نام لے کر فرماتے فلاں صاحب ’’کتاب النوم‘‘ کا مطالعہ فرما رہے ہیں ان کو چاہیے کہ مٹکے کی سیر کر کے آویں‘‘، اب وہ طالبِ علم شرمندہ ہو کر بھرے مجمع سے اُٹھ کر منہ دھو کر آجاتا تاکہ نیند کا غلبہ ختم ہو جاوے۔

ایک مرتبہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کو چالو سبق میں جھونکا آگیا، فیروز الدین کشمیری نامی ایک طالبِ علم بڑے مذاقی اور من چلے تھے، انہوں نے پرچہ لکھ کر حضرت مدنی کو بھیج دیا کہ حضرت! آج تو آپ کتاب النوم کا مطالعہ کر رہے ہیں، حضرت نے پرچہ پڑھ کر فرمایا کہ میں تو اب بوڑھا ہو چکا ہوں، مٹکے کی سیر کرنے کہاں جاؤنگا؟ مٹکے کو یہیں لے آؤ، درس گاہ (دارالحدیث) میں سب طلبہ خوب ہنس پڑے۔

حضرت العلامہ محمد ابراھیم بلیاوی صاحب رحمہ اللہ کا درس

حضرت سے میں نے مسلم شریف کامل، ترمذی شریف کامل پڑھی ہے، آپ جامع المعقولات تھے، اُس زمانہ میں حضرت مدنی قدس سرہ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ، اور حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ یہ تینوں شخصیتیں ’’جبال العلوم‘‘ کہلاتی تھیں، حضرت علامہ بلیاوی رحمہ اللہ کا درس بہت جامع مانع اور زیرِ بحث مسئلہ کے تمام گوشوں کو حاوی ہوتا تھا اور ان کی درسی تقریر اس قدر مربوط ہوتی تھی کہ اگر ایک سیکنڈ کے لیے ذہن ہٹتا تو پھر بات کو سمجھنا مشکل ہو جاتا اور بات بالکل پلے نہیں پڑتی تھی، لہٰذا ذہن کو پورے سبق میں اچھی طرح مستحضر رکھنا پڑتا تھا۔

پہلے بھی میں عرض کر چکا ہوں کہ دارالعلوم دیوبند میں ہر سال انعامی اجلاس حضرت

مدنی قدس سرہ کی صدارت میں منعقد ہوتا تھا اور آپ کے دستِ مبارک سے طلبہ کو انعامات تقسیم ہوتے تھے، اور تمام اساتذہ بھی اسٹیج پر رونق افروز ہوتے تھے، صدرا اور شمس بازغہ یہ دونوں کتابیں حضرت علامہ بلیاوی رحمہ اللہ سے متعلق تھیں، ان کتابوں میں ایک طالبِ علم فیل تھا، حضرت مدنی رحمہ اللہ نے پیچھے پلٹ کر مزاحاً حضرت علامہ بلیاوی رحمہ اللہ سے فرمایا کہ حضرت آپ تو امام المعقولات ہیں، آپ کا یہ طالبِ علم فیل کیسے ہوگیا؟ حضرت علامہ بلیاوی نے پان چباتے چباتے مسکراتے ہوئے برجستہ جواب دیا کہ حضرت! امام المعقول تو میں ہوں، نہ کہ فیل ہونے والا یہ طالبِ علم، اس پر سارا مجمع خوب ہنس پڑا۔

حضرت مولانا محمد جلیل صاحب سیوہاروی رحمہ اللہ

حضرت نے تقریباً ۴۵ سال دارالعلوم دیوبند میں مشکوٰۃ شریف کا درس دیا ہے، ان کا درس مشکوٰۃ بہت مقبول و مشہور تھا، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ کے تلامذہ میں سے ہیں اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کے بھی بڑے معتمد تھے اور ان سے خصوصی تعلق تھا، فرماتے تھے کہ بچپن میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے دولت کدہ پر کام کاج کے لیے جایا کرتا تھا اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے گھرانہ کی مستورات سے میرا پردہ بھی نہ تھا، البتہ بڑی عمر ہونے کے بعد حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے زنان خانہ میں جانے سے منع فرمادیا تھا، مولانا محمد جلیل صاحب رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ شریف کے سبق میں اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان فرمایا:

۹/ذی الحجہ یوم عرفہ تھا، شیخ الہند رحمہ اللہ ظہر کی نماز پڑھ کر مکان پر آگئے اور اپنے حجرہ میں تنہائی کے لیے تشریف لے گئے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کو

چوکیداری اور پہرہ دینے کے لیے مقرر کردیا کہ کسی کو حجرہ میں مت آنے دینا، حضرت مدنی رحمہ اللہ چوکیداری کررہے تھے، میں چھوٹا تھا نظر بچا کر چُپکے سے میں سیدھا شیخ الہند رحمہ اللہ کے کمرہ میں داخل ہوگیا، داخل ہوتے ہی میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ زمین کے فرش پر پڑے ہوئے ہیں اور ان کے جمیع اعضاءِ بدن سر، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں وغیرہ الگ الگ پڑے ہوئے ہیں، میں تو ڈر کر فوراً کمرہ سے باہر نکل آیا اور حضرت مدنی رحمہ اللہ سے پوری صورتِ حال بیان کی، حضرت مدنی رحمہ اللہ نے مجھے سخت ڈانٹا کہ تو میری نظر بچا کر اندر کیوں گیا؟ مولانا محمد جلیل صاحب نے فرمایا کہ یہ میرا مشاہدہ اور چشم دید واقعہ ہے۔

میدانی استاذ

حضرت مولانا سید فخر الحسن مرادآبادی رحمہ اللہ بہت ذہین وذکی تھے، ان کو طلبہ میدانی استاذ کہتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ درس میں زیرِ بحث مسئلہ پر مفصل ومدلل گفتگو کے بعد فرماتے کہ جو اس کے خلاف کچھ کہنا چاہے وہ میدان میں آوے۔ من ادّعیٰ فعلیه البیان فی المیدان۔ اس لیے میدانی استاذ سے مشہور ہوگئے۔

حضرت مولانا محمد حسین بہاری رحمہ اللہ

حضرت مولانا محمد حسین بہاری رحمہ اللہ بڑے شفیق استاذ تھے، منطق وفلسفہ پر بہت عبور تھا، اپنے درس میں زیرِ بحث مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو کے بعد طلبہ میں سے کسی غبی طالبِ علم سے مخاطب ہوکر فرماتے ’’او بھینس کے انڈے! کچھ سمجھا؟ تجھے کچھ پلّے پڑا؟ طلبہ ہنس پڑتے، اس وجہ سے وہ طلبہ میں بھینس کے انڈے سے مشہور تھے۔

حضرت مولانا سید اختر حسین صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا سید اختر حسین صاحب رحمہ اللہ یہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادہ ہیں، برسہا برس تک ہدایہ اولین، نورالانوار وغیرہ کتابیں ان کے زیرِ درس رہیں، طلبہ میں ان کا سبق نہایت مقبول تھا، ان کے یہاں کسی سبق میں کسی طالبِ علم کی غیر حاضری قابلِ برداشت نہ تھی، غیر حاضر طالبِ علم سے فوراً دوسرے دن غیر حاضری کا سبب دریافت کرتے، اُن کے یہاں غیر حاضری کے بارہ میں کوئی عذر معتبر نہ تھا، ہاتھ میں پکڑنے کے عصا ہی سے خوب پٹائی فرماتے، ایک مرتبہ ایک طالبِ علم سے غیر حاضری کا سبب دریافت کیا، اُس نے کہا کہ حضرت! پیٹ میں درد تھا، فرمایا: ''پھر کیا ہوا؟'' انہوں نے اس کو مزاحاً دردِ زہ پر محمول کیا، طلبہ خوب ہنس پڑے، ان کے یہاں غیر حاضری کے بارہ میں ایک ہی عذر معتبر اور قابلِ معافی تھا وہ ''نیند'' ہے، اگر طالبِ علم یہ کہہ دیتا کہ حضرت آنکھ لگ گئی تھی، آنکھ نہیں کھلی تو اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ لیس التفریط فی النوم انما التفریط فی الیقظة۔ (الحدیث) کیونکہ اس حدیث میں ''نیند'' کو عذر قرار دیا گیا ہے۔

ہمیشہ تمام کتابوں میں اعلیٰ نمبر سے کامیابی

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی ۷۷ ۱۳ ھ میں وفات ہوگئی، ۷۸ ۱۳ ھ میں آپ نے فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد مراد آبادی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے بخاری شریف مکمل پڑھی۔

حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ ہمیشہ تمام امتحانات میں سب کتابوں

میں اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کرتے رہے، دورۂ حدیث میں اُس سال پونے دوسو طلبہ(۱۷۵) کی تعداد تھی، چنانچہ اُس سال دورۂ حدیث میں سالانہ امتحان میں اعلیٰ نمبرات سے دوسرے نمبر پر کامیاب ہوئے۔

دورۂ حدیث شریف کی کتابوں میں حاصل شدہ نمبرات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

بخاری شریف	۵۳	مسلم شریف	۵۱
ترمذی شریف	۵۲	ابوداؤد شریف	۵۲
نسائی شریف	۵۰	طحاوی شریف	۵۳
شمائل ترمذی شریف	۵۰	موطاامام مالک	۵۱
موطاامام محمد	۵۱		

طالب علمی کے زمانہ میں اِن دونوں بھائیوں کو حضراتِ اساتذہ 'صاحبین' کے نام سے پکارتے تھے، لہذا دارالعلوم 'دیوبند' کے اندر طلبہ میں بھی یہ دونوں بھائی 'صاحبین' ہی سے جانے پہنچانے جاتے تھے۔ نیز طالب علمی کے زمانہ میں اساتذۂ کرام کی خصوصی توجہ، اعتماد، محبت وشفقت ان کو حاصل رہی، اساتذہ کو بڑی توقعات ان سے وابستہ تھیں، انہی کی توجہات اور دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مختلف خدمات کا موقعہ نصیب فرمایا: ؎

ایں	سعادت	بہ	زور	بازو نیست
تا	نہ	بخشد	خدائے	بخشندہ

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا فرمانا کہ مٹھائی کھلاؤ

دارالعلوم دیوبند میں ششماہی امتحان کے بعد ایک انعامی اجلاس منعقد ہوا کرتا جس میں پچھلے سال امتحانِ سالانہ میں کامیاب ہونے والے طلبہ کو انعام دیا جاتا تھا، اس اجلاس میں تمام اساتذۂ کرام بھی شرکت فرماتے تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی حیات تک ہر سال یہ انعامی اجلاس انہی کی زیرِ صدارت منعقد ہوتا تھا، اور انہی کے دستِ مبارک سے طلبہ کو انعامات تقسیم ہوتے تھے۔

اس زمانہ میں طلبہ کو دیے جانے والے انعامات کی مختلف اقسام تھیں:

(۱) کم از کم پانچ کتابوں میں ادنیٰ نمبرات سے کامیابی پر عمومی انعام۔

(۲) پانچ یا پانچ سے زائد کتابوں میں پچاس یا اس سے زائد نمبرات سے کامیابی پر خصوصی انعام۔

(۳) کسی بھی کتاب میں اول نمبر سے کامیابی پر خصوصی انعام۔

(۴) سال بھر کسی کتاب کے سبق میں ایک دن بھی غیر حاضری نہ ہونے پر خصوصی انعام۔

۱۹۵۶ء میں مذکورہ بالا انعامی اجلاس منعقد ہوا، جس میں حسبِ معمول حضرت مدنی رحمہ اللہ کے دستِ مبارک سے طلبۂ عزیز کو انعامات تقسیم ہوئے۔

جمعیۃ علماء ہند کا سالانہ اجلاس ۱۹۵۶ء میں شہر سورت میں منعقد ہوا تھا، اس میں شرکت کے لیے حضرت مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوری رحمہ اللہ، صدر مفتی

دارالعلوم دیو بند، شیخ عبدالمنعم النّمر اور شیخ عبدالعال العقباوی، مبعوثانِ جامعہ ازہر، مصر برائے دارالعلوم دیو بند، ودیگر اساتذۂ کرام پر مشتمل ایک قافلہ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کی امارت میں مذکور انعامی اجلاس کے اختتام پر اسی روز شام کو دیو بند سے بہ ذریعہ دہرہ دون ایکسپریس شہر سورت کے لیے روانہ ہوا، یہ ٹرین تیس گھنٹے میں دوسرے روز تقریباً بارہ بجے رات کو سورت اسٹیشن پر پہنچتی تھی۔

کچھ مصالح کی بناء پر مجاہدِ ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ ناظمِ عمومی جمعیۃ علماءِ ہند وغیرہ منتظمین حضرات نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے اس قافلہ کو سورت لانے کے بہ جائے بڑودہ شہر کے اسٹیشن پر اتار لیا جائے، اور رات بڑودہ شہر میں قیام کر کے دوسرے روز صبح وہاں سے سورت لایا جاوے، اور اس کی تعمیل پر حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی صاحب رحمہ اللہ کو مامور کیا گیا، یہ ٹرین بڑودہ اسٹیشن پر رات کو نو بجے پہنچتی تھی۔

چنانچہ حضرت مولانا رحمہ اللہ نے اس قافلہ کو بڑودہ اتار لیا، بڑودہ شہر میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کا قیام ہمیشہ حضرت مولانا رحمہ اللہ کے دولت کدہ پر ہی رہتا تھا، لہٰذا پورا قافلہ ان کے یہاں فروکش ہوا۔

مکان پر پہنچنے کے بعد شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ نے مولانا شمس الدین بڑودوی صاحب رحمہ اللہ کو بلا کر اپنے قریب بٹھلایا، اور مبارکبادو شادباشی دیتے ہوئے ان کی پیٹھ ٹھوکتے ہوئے فرمایا کہ ''مٹھائی کھلاؤ'' حضرت مولانا رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ ''حضرت! کس بناء پر مٹھائی کا مطالبہ

ہے؟'' حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''صاحبزادوں (مولانا مصلح الدین اور مولانا قمر الدین مراد ہیں، یہ دونوں بھائی حفظ سے لے کر دورۂ حدیث اور افتاء کی تکمیل تک دارالعلوم دیوبند وغیرہ میں باہمی رفیقِ درس رہے ہیں) نے دارالعلوم دیوبند میں بہت خصوصی انعامات حاصل کیے ہیں۔ انہوں نے خصوصی انعامات کی کوئی قسم باقی نہیں چھوڑی''، اس پر حضرت مولانا رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ ''حضرت! یہ سب آپ ہی کی دعاؤں کا نتیجہ ہے''، اس پر حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''اگر میری دعاؤں میں اثر ہوتا تو محمد بہاؤالدین واپس نہ آجاتا؟'' اس پر حضرت مولانا رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ ''حضرت! وہ بھی واپس آجائے گا، ان شاء اللہ''۔

افتاء اور فنون کی کتابوں کی تکمیل

دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں، نیز شعبۂ تدریب الافتاء میں داخلہ لے کر حضرت مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوری رحمہ اللہ، صدر مفتی دارالعلوم دیوبند سے شعبۂ افتاء میں داخلِ نصاب کتابیں پڑھیں، اور فتوی نویسی کی مشق کر کے سالانہ امتحان میں کامیاب ہو کر افتاء کی سند بھی حاصل کی۔

عکس سند الفراغ من دار الافتاء از دار العلوم دیوبند واز سیّد مفتی مہدی حسنؒ شاہجہاں پوری بتاریخ ۲۷ شوال ۱۳۷۹ھ

۱۲

سند الفراغ من دار الافتاء بدار العلوم الديوبندية

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي تنزهت ذاته عن الاشباه والنظائر وتقدست اسماءه وصفاته عن حدوث الاعراض فيها وحلول الجواهر وتلألأت من بحارها زواهر الجواهر وجل
عن ادراكها تنوير الابصار وحارت فيها غرر الافكار نحمده على ما هدانا بالعناية الخاصة لنور الهداية في البداية والنهاية وارشدنا الى غاية الدراية ووفقنا
بالوقاية التي تكون فيها كفاية عن الغوايات واصلي واسلم على السراج الوهاج صدر الشريعة صاحب المعراج حاوي المقامات الرفيعة صلى الله عليه وعلى آله واصحابه
الذين خرجوا بصحبته علماء وفقهاء ووصلوا الى غاية بذلوا جهدهم عند هذا استخراج درر البحار من كنز الدقائق وتوصلوا الى تمام اللآلي القيمة من النهر الفائق
والبحر الرائق وعلى الائمة المجتهدين وتابعيهم باحسان الى يوم الدين الذين فاقوا على الاقران بصفة الاجتهاد والاستنباط وكشفوا حسب المكنة عن وجوه خزائن الاسرار
وفتحوا لايضاح الحقائق بابا من منح الغفار من بحر فتح القدير ونالوا من مبسوط فيضه العميم المحيط وبسطوا مائدة العلوم الشرعية ليأكل منها كل صغير وكبير رغبة في تحصيل
معنى قوله عز من قائل وما كان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون
وعملا بقوله صلى الله عليه وسلم فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد رواه الترمذي وابن ماجه وبقوله من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين رواه الشيخان
وابن ماجه واحمد في مسنده وخياركم في الجاهلية خياركم في الاسلام اذا فقهوا في الدين ودعائه صلى الله عليه وسلم لابن عباس رضي الله عنه اللهم فقهه
في الدين او كما قال صلى الله عليه وسلم وبعد فان اخانا في الدين القويم المولوي مصلح الدين احمد بن مولانا شمس الدين المتوطن ببلدة بڑودہ
(گجرات - الهند) قد دخل دار الافتاء من دار العلوم الواقعة بديوبند للتمرين وتحصيل علم الافتاء في غرة شهر ذي القعدة سنة ثمان وسبعين بعد الالف
وثلثمائة (۱۳۷۸ھ) من الهجرة النبوية على صاحبها الف الف تحية حسب شرائط التمرين الموظفة له فطالع فيها الكتب المتعلقة بالفتوى المتداولة بين اهلها من الفتاوى الهندية
والخانية والدر المختار ورد المحتار والبحر الرائق وفتح القدير والبدائع الصنائع ورسالة رسم المفتي للعلامة الشامي وغيرها من كتب الفتاوى بامعان النظر واتم فيها
المدة الموظفة له وتمرن فيها وتمكن بها على استخراج المسائل من مظانها وكتب جوابات الاسئلة وردت من اكناف واقطار شتى مشتملة على مسائل مختلفة وابواب فقهية
متنوعة فاجاد فيما كتب وافاد وتمهر فيها حتى صار ان شاء الله اهلا لمنصب الافتاء هذا - وقد حباه الله تعالى طبعا سليما وفكرا صائبا وتقوى وصلاحا حسب الظاهر
والله يعلم سريرته فلما حان ان ينعب غراب البين ولابد منه لكل مجتمعين استجازنا وطلب منا سندا ليكون له وثيقة عند الحاجة فاعطيناه هذه الورقة سندا له ولا يذهب
عنه ان منصب الافتاء من اهم الامور واصعبها له تعلق خاص بحقوق العباد وحقوق الله تعالى فلا يكون مطمح نظره الا تحقيق المعنى واظهار الصواب ولا يخاف فيه لومة لائم
واياه والتفريق بين الاجانب والاقارب فالحق احق ان يتبع على كل حال وفي كل حال وان لا ينسانا في دعائه في خلواته وجلواته وان لا يعدل عن طريقة اهل السنة
والجماعة والعمل بالمذهب الحنفي ورضاء الله تعالى بمنه ووسيع واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله محمد وآله واصحابه اجمعين

وانا احقر الزمن السيد المفتي المدعو بمهدي حسن غفر له
خادم دار الافتاء من دار العلوم الواقعة بديوبند
۲۷/۱۰/۷۹ھ

محمد جميل الرحمن غفر له
نائب المفتي بدار العلوم
الديوبندية ۲۸/۱۰/۷۹ھ

احقر مسعود احمد عفا الله عنه
نائب مفتی دار العلوم دیوبند ۲۷/۱۰/۷۹ھ

محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند
[illegible]

جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز، انگلینڈ کے طلبہ کو دی جانے والی سندِ فراغ و سند مسلسلات کا عکس

بسم الله الرحمن الرحيم

الإجازة المسندة لسائر كتب الحديث المتداولة

حضرت مولانا المفتي السيد مصلح الدين أحمد البرودوي القاسمي

شيخ الحديث – جامعة تعليم الإسلام - ديوزبري مركز – بريطانيا

الحمد لله الذي أرسل رسوله بالحق والهدى، والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد الذي بين للناس ما نزل إليهم، بقوله، و فعله، وهديه، وسمته، بكمال الصدق والأمانة والتقى، وعلى آله وصحبه الذين فازوا بالدرجات العلى، وعلى كل من اتبعهم ودعى وهدى ونشر ونقل دينه مسلسلا بسلسلة الحفظ والإسناد في أكناف الأرض وأقطار شتى بالطرق المتوارثة المثلى، لتجزى كل نفس بما تسعى، فأمطر عليهم شآبيب رحمتك ورضوانك كما تحب وترضى عدد ما تحب وترضى.

أما بعد فأقول وأنا أضعف عباد الله الصمد، مصلح الدين أحمد البرودوي القاسمي غفر الله ذنوبه ووقاه من الخطأ والعمد

إن الفاضل وطنه بعد ما فرغ عن أكثر كتب الحديث سيما الصحاح الستة، وقد قرأ علي الجامع الصحيح للإمام الهمام أمير المؤمنين في الحديث أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري وغيره، قد استجازني برواية الصحاح الستة وغيرها من كتب الحديث المتداولة، وما تيسر لي الإجازة به من الأحاديث النبوية قراءة أو سماعة أو إجازة، وأيضا طلب مني إجازة بقية كتب شتى من العلوم الدينية، فأجزت حامل هٰذه الورقة بأسانيدي التالية المحصلة عن مشايخي الكرام بأسانيدهم المتطرقة المتشعبة المتصلة إلى رسول الله محمد صلى الله عليه وسلم أن يروي عني الصحاح الستة والمسانيد والمعاجم والجوامع وغيرها من كتب الحديث المتداولة وبكل ما تجوز لي روايته من ذخائر الأحاديث النبوية قراءة أو سماعة أو إجازة بشرط الضبط والإتقان في الألفاظ والمعاني في الرواية، والتثبت في المقاصد والمباني في الدراية، واستقامة العقائد والأعمال على طريقة الصحابة، وعلىٰ ما كان عليه الأئمة والعلماء من أهل السنة والجماعة رحمهم الله. و كذٰلك أجزته من كتب علم التفسير والفقه والقراءة والتجويد و سائر المصنفات في العلوم الشرعية قراءة أو سماعا بالشروط المعتبرة عند أهل هٰذه الفنون و الشرط أملك.

أولها: قد قرأت الجامع الصحيح للإمام البخاري من أوله إلى آخره على أستاذي الثقة المحدث الشهير مولانا السيد فخر الدين أحمد المراد آبادي عام ١٣٧٨ من الهجرة النبوية الموافق ١٩٥٨ من الميلادية في دار العلوم ديوبند، يو في، الهند، فأجازني عن شيخه محمود الحسن الديوبندي، الملقب بشيخ الهند، عن الحجة العارف الشيخ محمد قاسم النانوتوي، والفقيه المحدث الشيخ رشيد أحمد الجنجوهي، كلاهما عن الشيخ المحدث الشاه عبد الغني المجددي الدهلوي ثم المدني. و أيضا يروي شيخ الهند عاليا عن الشيخ المحدث مولانا أحمد علي السهارنفوري، محشى صحيح البخاري، و عن الشيخ المحدث العارف محمد مظهر النانوتوي و عن الشيخ المحدث القاري عبد الرحمٰن الفانيفتي، وهؤلاء الأعلام كلهم عن الشيخ الشهير في الآفاق محمد إسحاق الدهلوي ثم المكي، عن حبر الأمة المفسر المحدث الشاه عبد العزيز الدهلوي، عن أبيه مسند الهند الشاه ولي الله المحدث الدهلوي، بأسانيده المتشعبة المتصلة إلى النبي محمد صلى الله عليه وسلم. ح ويروي الشيخ المحدث الشاه عبد الغني الدهلوي عن الشيخ محمد عابد الأنصاري السندهي المدني، عن مشايخه الكرام رحمهم الله.

وقد قرأت الصحيح لمسلم وسنن الترمذي على أستاذي الجامع للمنقول والمعقول العلامة محمد إبراهيم البلياوي صدر المدرسين في دار العلوم ديوبند، عن أستاذه المحدث شيخ الهند محمود الحسن الديوبندي وبعده كما مر في سند الصحيح للبخاري رحمه الله تعالى.

ثانيها: أجازني الشيخ مولانا أحمد علي ديوان بن مولانا محمد يوسف اللاجفوري والسورتي عن شيخه المحدث المحقق الثقة الشهير بابا عبد الرحمن الأمروهي وهو يروي عاليا عن المحدث الزاهد الشيخ مولانا فضل الرحمٰن الكنج المراد آبادي عن حبر الأمة المفسر المحدث الشاه عبد العزيز الدهلوي وهو أعلىٰ أسانيده وكما يروي عن حجة الله فى الأرض إمام المتكلمين مولانا محمد قاسم النانوتوي والفقيه المحدث الشيخ رشيد أحمد الجنجوهي إلىٰ آخر السند وعن العلامة المحدث المسند حسين بن محسن الأنصاري اليماني عن مشايخه الكرام رحمهم الله.

ثالثها: يروي العلامة السيد فخر الدين أحمد، الصحاح الستة وغيرها من كتب الحديث، عن قدوة المحدثين في وقته العلامة الشيخ محمد أنور الشاه الكشميري قراءة و سماعا، عن مشايخه الكرام، أجلهم الشيخ محمود الحسن، والشيخ المحدث محمد إسحاق الكشميري، وهو يروي عن الشيخ العلامة السيد نعمان عن أبيه الشيخ السيد محمود الألوسي مفتي بغداد، صاحب روح المعاني. ح ويروي العلامة الشيخ محمد أنور الكشميري عن الشيخ حسين بن الشيخ محمد الجسر الطرابلسي الشامي صاحب الرسالة الحميدية، ويتصل سنده إلى الشيخ محمد أمين المدعو الشهير بابن عابدين الشامي الحنفي، وإلى الشيخ الفقيه المحدث السيد أحمد الطحطاوي الحنفي شارح الدر المختار والمراقي الفلاح. و هذه الأسانيد مذكورة في مقدمة فيض الباري على صحيح البخاري.

رابعها: يروي شيخي العلامة السيد فخر الدين أحمد، الصحاح الستة عن شيخ الإسلام مولانا السيد حسين أحمد المدني، جميع مروياته عن مشايخه الكرام، أجلهم في الهند الشيخ محمود الحسن، ومن أهل الحجاز الشيخ حسب الله المكي الشافعي شيخ التفسير، ومولانا عبد الجليل برادة المدني، ومولانا عثمان الداغستاني مفتي الأحناف بالمدينة المنورة، ومولانا أحمد البرزنجي مفتي الشافعية بالمدينة المنورة.

خامسها: أجازني العلامة القاري محمد طيب، عن شارح أبي داود صاحب بذل المجهود، مولانا خليل أحمد المحدث السهارنفوري، عن الشيخ عبد القيوم البدهانوي عن الشيخ محمد إسحاق المحدث الدهلوي إلى آخر السند قدس الله أسرارهم.

أوصيه ونفسي بتقوى الله سرا وعلنا واتباع السنة السنية مشتغلا بنشر العلوم الدينية والدعوة إلى الله بالحكمة والموعظة الحسنة، وأن لا ينساني ومشايخي في صالح دعواته في خلواته و جلواته. اللهم ثبته على ما ترضى ووفقه لكل خير. آمين.

أنا العبد المجيز القائل بلسانه والراقم ببنانه :-

خادم الحديث النبوي ، جامعة تعليم الإسلام ، ديوزبري ، بريطانيا

التاريخ .... هـ الموافق .... م

مولانا محمد زكريا — مصلح الدين أحمد البرودوي القاسمي — مولانا محمد زكريا







الإجازة المسندة للأحاديث المسلسلة

حضرت مولانا المفتي السيد مصلح الدين أحمد البرودوي القاسمي

شيخ الحديث – جامعة تعليم الإسلام – ديوزبري مركز – بريطانيا

مولانا محمد يحيى — مولانا خليل أحمد — مولانا رشيد أحمد — مولانا محمد مظهر — الشاه عبد الغني — مولانا مملوك علي — مولانا أبو سعيد — مولانا رشيد الدين

الحمد لله الذي أنزل على عبده الكتاب يرفع به أقواما ويضع به آخرين، وبعث محمدا رسولا أمينا في الأميين، بمسلسل الفضل المبين، ونوادر الدر الثمين، فجعله أعلم الأولين والآخرين، بلغ الرسالة وأدى الأمانة ونصح الأمة، فقام بأعباء النبوة خير قيام في العالمين، فأثنى عليه ربه بقوله: لعلك باخع نفسك أن لا يكونوا مؤمنين. والصلوة والسلام عليه وعلى آله وأصحابه الذين رفعوا رايات الإسلام، ومنار السنة بثلج اليقين وبلج الجبين، وعلى أتباعه الأوائل والأواخر الحماة للدين، المعتصمين بحبل الله المتين، المحدثين والفقهاء المستنبطين الراسخين، الذين نزهوا كلام سيد المرسلين، مميزين عن زيف المخلطين المدلسين، وتصدوا إلى جمع سنن من سنن سيد المرسلين، وتدوين ما تفرق منها في أقطار بلاد المسلمين، بتفرق الصحابة والتابعين الحاملين. وبذلك حفظت السنن وسلمت عن زيغ المبتدعين، وتحريف الجهلة الغالين وانتحال المبطلين، وأوضحوا وجوه معالم الدين، وأفضحوا وجوه الشك بكشف النقاب عن وجه اليقين، فجرت منهم ينابيع العلم والحكمة وفقه الدين.

أما بعد فيقول العبد المفتقر إلى الله غافر الذنب وقابل التوب من الخطأ والعمد، السيد مصلح الدين أحمد بن مولانا المفتي شمس الدين البرودوي القاسمي تغمده الله برحمته وتجاوز عن سيئاته وخطيأته ووفقه التزود لغد:

إني قد سمعت الرسائل الثلاثة، أولاها :الفضل المبين من حديث النبي الأمين، وثانيتها :الدر الثمين من مبشرات النبي الأمين، وثالثها: النوادر من أحاديث سيد الأوائل والأواخر، كلها من مصنفات حجة الإسلام وقدوة الأنام الشاه ولي الله المحدث الدهلوي، وأيضا الحديث المسلسل بضيافة الأسودين التمر والماء، والحديث المسلسل بإجابة الدعاء عند الملتزم، حين القراءة على حافظ القرآن والحديث العلامة بركة العصر سيدى وسندى مولانا محمد زكريا الكاندهلوي ثم المدني، شيخ الحديث في مظاهر العلوم، سهارنفور (الهند) عام ١٣٧٩ من الهجرة النبوية الموافق ١٩٥٩ من الميلادية.

إن الفاضل .... وطنه

سمع مني مما قُرأت عليّ الرسائل المذكورة وغيرها وطلب مني إجازتها، فأجزته أن يرويها عني كما أجازني بها حافظ القرآن والحديث العلامة بركة العصر سيدى وسندى مولانا محمد زكريا الكاندهلوي ثم المدني، شيخ الحديث في مظاهر العلوم، سهارنفور (الهند)، بشرائطه المعتبرة عند أهل هذه الطريقة المثلى، وأخبرني أنه قد حصل له الإجازة عن العلامة الشيخ الثقة شارح أبي داود صاحب بذل المجهود: مولانا خليل أحمد المحدث السهارنفوري رحمه الله تعالى، صدر المدرسين في مظاهر العلوم، سهارنفور (الهند)، وسنده الموثق مذكور في مقدمة أوجز المسالك ولامع الدراري وغيرهما ومعروف عند علماء الحديث.

أوصيه ونفسي بتقوى الله في العلن والنجوى، وأن يجتنب الإحداث في الدين والتفريق بين المسلمين، وأن يحترز عن طلب اللذات الدنيوية وحماتها، وعن إساءة الأدب بأكابر الأمة وهداتها، وأن يشتغل بنشر العلوم الدينية والدعوة إلى الله بالحكمة والموعظة الحسنة، مقتفيا لآثار السلف الصالحين، عاضا بنواجذه على ما مضى عليه القرون المشهود لها بالخير من الصحابة والتابعين والفقهاء المحدثين، وأن لا ينساني ومشايخي في صالح دعواته في خلواته وجلواته .وأسأل الله أن يوفقني وإياه لما يحبه ويرضاه، ويسلك به سبيل العلماء العاملين، والله المستعان وعليه التكلان، وهو الموفق لكل خير، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

أنا العبد الضعيف المجيز:

خادم الحديث النبوي ، جامعة تعليم الإسلام ، ديوزبري ، بريطانيا

التاريخ .... هـ الموافق .... م

الشاه عبد العزيز — الشاه ولي الله — الشاه عبد العزيز

جامعہ اشرفیہ راندیر میں تدریسی خدمات

۱۳۷۹ھ، مطابق ۱۹۶۰ء ماہِ شعبان میں دار العلوم دیوبند سے شہرِ بڑودہ صوبہ گجرات اپنے وطن واپسی ہوئی، دار العلوم مدرسہ اشرفیہ، راندیر، سورت، صوبہ گجرات کا سب سے قدیم عربی مدرسہ ہے، اس وقت حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمہ اللہ (تلمیذ حضرت العلامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ) اس کے مہتمم تھے، انہوں نے آپ کو اپنے یہاں عربی مدرس کی حیثیت سے مدعو کیا، چنانچہ اسی سال شوال میں دار العلوم مدرسہ اشرفیہ راندیر، سورت میں عربی مدرس کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔

حضرت مولانا احمد اشرف صاحب رحمہ اللہ نے ہدایہ آخرین وغیرہ کچھ اوپر کی کتابیں تدریس کے لیے تجویز کیں، حضرت مولانا نے فرمایا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو پڑھا دوں گا، ورنہ میرے مزاج وطبیعت کے خلاف ہے، اُس پر حضرت مولانا اشرف صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پھر تم کیا چاہتے ہو؟ اس پر حضرت مولانا مدظلہ نے عرض کیا کہ ''میں نیچے کی کتابوں کی تدریس کرتے ہوئے اوپر جانا چاہتا ہوں'' چنانچہ انہوں نے شرح وقایہ، نفحۃ العرب اور عربی درجۂ دوم کی کتابیں تجویز کیں، دو سال مدرسہ اشرفیہ راندیر میں تدریس فرمائی۔

جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں تدریسی خدمات

اس کے بعد حضرت مولانا محمد سعید بزرگ سملکی رحمہ اللہ نے اپنے زمانۂ اہتمام میں حضرت مولانا مدظلہ کو جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں تدریسی خدمات کے لیے

بلالیا، لہٰذا آپ وہاں تشریف لے گئے۔

کتبِ تدریس

جامعہ ڈابھیل میں مقاماتِ حریری، مختصر المعانی، ترجمہ نصف ثانی، اور عربی درجۂ اول کی کتابیں زیر درس تھیں۔

تین سال جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں قیام رہا، پھر کچھ گھریلو حالات اور تقاضوں کی بناء پر وہاں سے یکم جنوری ۱۹۶۵ء کو مستعفی ہوکر مستقل طور پر بڑودہ شہر میں قیام پذیر ہو گئے۔

متعدد علماء کو شرف تلمذ

حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ کے دارالعلوم اشرفیہ راندیر، اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے زمانۂ تدریس میں دورِ حاضر کے متعدد ممتاز و نامور علماء کو آپ سے شرف تلمذ حاصل رہا ہے، چنانچہ حضرت مولانا مفتی احمد خان پوری صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث وسابق صدر مفتی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل) حضرت مولانا احمد ادا گودھروی رحمہ اللہ، مولانا عمر جی صاحب رحمہ اللہ (سابق استاذ حدیث دارالعلوم بری، یوکے) مولانا عبداللہ وہالو صاحب (سابق استاذ دارالعلوم بری، یوکے) وغیرہ حضرات نے دارالعلوم اشرفیہ، راندیر میں آپ سے پڑھا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد آچھودی صاحب مدظلہ (مفتی وشیخ الحدیث دارالعلوم ماٹلی والا،

بھروچ) مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب مدظلہ (سابق مفتی جامعہ ڈابھیل وحال شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ ، راندیر ، سورت) مولانا یوسف کوٹھی صاحب (استاذ حدیث دارالعلوم کینٹ ، لندن ، یوکے) مولانا مفتی موسیٰ بسم اللہ ڈابھیلی رحمہ اللہ (سابق مدرس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل) مولانا ابوالقاسم دَمّنی صاحب (استاذ حدیث جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری تبلیغی مرکز ، یوکے) مولانا مفتی احمد بن یعقوب دیولوی (مہتمم واستاذ التفسیر والحدیث والفقہ جامعہ علوم القرآن جمبوسر ، بھروچ ، وسابق مدرس جامعہ ڈابھیل ومفتی دارالعلوم ماٹلی والا ، بھروچ) مولانا امین الرشید دَمّنی (مہتمم دارالعلوم دَمَّن ، وسابق مدرس جامعہ ڈابھیل) مولانا بشیر احمد حَدَّ ادِی ''اَلحَدّاد'' کوکنی (سابق استاذ الحدیث دارالعلوم شِرِی وَردَھن ، کوکن ، مہاراشٹر)

جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز ، یوکے سے فارغ شدہ علماء

۱۹۹۸ء میں حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد مدظلہ بہ حیثیتِ شیخ الحدیث یہاں تشریف لائے اور ان کے ذریعہ دورۂ حدیث شروع ہوا ، اور بحمد اللہ آج تک یہ سلسلہ جاری ہے ، بائیس (۲۲) سال کے طویل عرصہ میں برطانیہ کے علاوہ پرتگال ، جرمنی ، کینیڈا ، امریکہ ، پناما ، بارباڈوس ، فرانس ، اسپین وغیرہ ممالک کے طلباء نے بھی یہاں زیر تعلیم رہ کر مولانا مصلح الدین احمد صاحب سے بخاری شریف مکمل وترمذی شریف مکمل وغیرہ کتابیں پڑھ کر فراغت حاصل کی ہے ۔ اب تک تقریباً پانچسو (۵۰۰) علماء کو یہاں آپ سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا ہے ، اور وہ مختلف ممالک وعلاقوں میں دین کے مختلف شعبوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں ۔

حضرت حافظ محمد پٹیل صاحب رحمہ اللہ تعالی امیرِ دعوت وتبلیغ برطانیہ ویوروپ نے

اپنے انتقال سے کچھ عرصہ قبل حضرت مولانا مفتی مصلح الدین احمد صاحب کو ایک دن یہ فرمایا کہ بحمد اللہ ہمارے مرکز کے فارغین علماء اپنے اپنے ممالک و علاقوں میں دعوت و تبلیغ کے ساتھ دیگر دینی وملّی خدمات بھی حتّی المقدور بہ حسن وخوبی انجام دے رہے ہیں، لہذا آپ کا فیض تو بہت عام ہوگیا، یہ حالات بڑے امید افزا ہیں اور قوی امید ہے کہ آپ کے لئے ذخیرۂ آخرت ثابت ہونگے۔ ان شآء اللہ تعالیٰ، وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

ایک خواب چودہ سال کے بعد شرمندۂ تعبیر ہوا

حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ میں شاذ ونادر خواب دیکھتا ہوں، مجھے خواب بہت کم آتے ہیں، اپنے وطن شہر بڑودہ کے دورانِ قیام ایک مرتبہ کسی کام کی وجہ سے دو چار دن کے لیے بمبئی جانے کا اتفاق ہوا، بمبئی کی کھوکھا مسجد میں میرا قیام تھا، وہاں میں نے آخر شب میں خواب دیکھا کہ میرے سامنے کچھ غیر متعارف شکل وصورت والے لوگ بیٹھے ہیں، جن کو میں پہچان نہ سکا، اور میں ان کے سامنے ''الجامع الصحیح للبخاری'' کا ابتدائی باب ''باب کیف کان بدأ الوحی الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقول اللہ عزوجل انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ الخ'' پڑھا، اور پھر علمی ودرسی تقریر شروع کردی، اور اتنے میں میری آنکھ کھل گئی، اور میں بیدار ہوگیا، اخیر شب میں تہجد کا وقت تھا، اُٹھ کر میں نے وضوء کیا، اور مسجد ہی میں نماز تہجد پڑھ کر میں سوچتا رہا کہ اِس خواب کا کیا مطلب ہوسکتا ہے؟ اُس زمانہ میں وطن مالوف چھوڑ کر باہر کسی جگہ نہ جانے کا حتمی فیصلہ کرچکا تھا، اور بڑودہ شہر میں اُس وقت کوئی عربی مدرسہ کا وجود نہ تھا، اور مستقبل قریب

میں بڑودہ شہر میں کسی عربی مدرسہ کی تاسیس وقیام کا بہ ظاہر کوئی امکان نہ تھا، لہٰذا میں نے دل میں سوچا کہ یہ خواب بہ ظاہر حقیقت سے ہمکنار نہیں ہوسکتا، اور شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

لیکن اللہ جل شانہ قادرِ مطلق ہے، اور اپنی قدرتِ کاملہ سے ناممکن کو بھی ممکن بنا سکتا ہے، چنانچہ بڑودہ شہر میں ایک عربی مدرسہ ''دارالعلوم بڑودہ'' کی بنیاد پڑی، اور وہ ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے ۱۹۸۰ء میں وہاں پہلی مرتبہ دورۂ حدیث شروع ہوا، اور صدر مدرس کی حیثیت سے میرا تقرر عمل میں آیا، اور پھر ۱۹۸۶ء میں بخاری شریف مکمل کی تدریس میرے حوالہ کردی گئی جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔ لہٰذا چودہ سال کے بعد یہ خواب حقیقت کی شکل میں ظہور پذیر ہوکر شرمندۂ تعبیر ہوا۔

دارالعلوم بڑودہ تاندلجہ کا قیام اور تدریسی خدمات

شہر بڑودہ صوبۂ گجرات میں ۱۹۷۰ء میں ایک عربی مدرسہ کی بنیاد ''دارالعلوم بڑودہ'' کے نام سے پڑی، اس سے پہلے شہرِ بڑودہ اور ضلع میں کوئی عربی مدرسہ نہ تھا، حضرت مولانا اس کے تاسیسی ممبرِ شوریٰ رہے، پھر رفتہ رفتہ اس مدرسہ نے ترقی کی، اور جب دورۂ حدیث شریف یہاں پر ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء میں شروع ہوا تو صدر مدرس کی حیثیت سے مولانا کا تقرر عمل میں آیا، اور ترمذی شریف، نسائی شریف، ہدایہ آخرین وغیرہ کتابیں پانچ چھ سال پڑھاتے رہے، پھر حضرت مولانا کو دارالعلوم تاندلجہ میں شیخ الحدیث بنا دیا گیا، اور تقریباً بارہ، تیرہ سال بخاری شریف مکمل، مسلم شریف مکمل اور دیگر حدیث وفقہ وغیرہ مختلف علوم وفنون کی کتابوں کا تدریسی سلسلہ جاری رہا۔

مختلف دینی وملّی خدمات

بڑودہ کے دورانِ قیام تدریسی خدمت کے ساتھ ساتھ جمعیۃ علماء صوبۂ گجرات، گجرات دینی تعلیمی بورڈ، بڑودہ شہر مسجد سبھا وغیرہ متعدد تنظیموں کے ساتھ وابستہ رہ کر مختلف دینی وملی خدمات انجام دیتے رہے۔

جامع مسجد بڑودہ شہر میں امامت

حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ نے جامع مسجد بڑودہ میں اکیس سال تک امامت کا فریضہ بڑی خوش اسلوبی اور پابندی کے ساتھ انجام دیا۔ اوراس سے قبل پانی گیٹ بڑودہ شہر کی مسجد میں سات سال امامت کی ہے۔

اورمتواتر چالیس سال تک بیس رکعات تراویح پڑھائی ہے۔ الحمدللہ۔

آپ کی حسن قراءت

آپ بہترین قاری ہیں، آپ کی تلاوت وقراءت میں قواعدِ تجوید کی پوری پوری رعایت ہوتی ہے، دورِشباب میں آواز بھی جوان تھی، تلاوت بڑی شیریں، صاف ستھری اور دلکش ہوا کرتی تھی، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی مسجد میں تدریس کے زمانہ میں وقتاً فوقتاً فجر کی نماز پڑھاتے تھے، قراءت مطابقِ سنت طوالِ مفصل میں سے ہوتی تھی، عجیب کشش تھی، مولانا کی عمدہ اور بہترین تلاوت کو سن کر طلبۂ عزیز باہمی تذکرہ کرتے تھے کہ مولانا کے دوسرے بھائی مولانا قمرالدین محمود صاحب جو پچھلے سالوں میں یہاں مدرس رہ چکے ہیں، ان کی تلاوت اور بھی عمدہ ہوتی تھی، اللہ تعالیٰ نے موجودہ تینوں بھائیوں کو فن قراءت وتجوید اور عمدہ

تلاوت وقراءت سے نوازا ہے۔

ڈیوزبری (برطانیہ) تبلیغی مرکز میں بہ حیثیتِ شیخ الحدیث

جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوز بری، تبلیغی مرکز، انگلینڈ (یو، کے) تقریباً چالیس سال سے قائم ہے، یہاں امریکہ، کینیڈا، جرمنی، فرانس، باربیڈوس وغیرہ تقریباً تیرہ ملکوں کے طلبہ زیرِ تعلیم ہیں، تبلیغی مرکز کے مذکور جامعہ میں مشکوٰۃ شریف تک تعلیم ہوتی تھی، اور دورۂ حدیث شریف کے لیے طلبہ کو تبلیغی مرکز نظام الدین، دہلی، انڈیا وغیرہ کسی اور جگہ بھیج دیا جاتا تھا، آج سے چند سال پیشتر حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمہ اللہ، مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب رحمہ اللہ وغیرہ نے یہاں کی انتظامیہ کو یہیں پر دورۂ حدیث شریف شروع کر دینے کو فرمایا تھا؛ مگر اس کی تعمیل مؤخر ہوتی رہی، مگر رفتہ رفتہ طلبہ کو حصولِ ویزا کی مشکلات نیز آب وہوا کی عدمِ موافقت سے مبتلائے امراض ہوجانا وغیرہ مختلف وجوہ ومصالح کی بناء پر آج سے بائیس سال قبل انگلینڈ اور یوروپ کی مجلس شوریٰ نے یہاں دورۂ حدیث شریف شروع کرنا طے کیا، تو متفقہ طور پر بخاری شریف کی تدریس کے لیے حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ کو مدعو کرنا تجویز کیا، اور یوروپ کے ہر دوسالہ جوڑ اور مشورہ میں تبلیغی مرکز نظام الدین، نئی دہلی، انڈیا شرکت کے بعد محترم حافظ محمد پٹیل صاحب رحمہ اللہ اور بعض دیگر ارکانِ شوریٰ نے بڑودہ تشریف لاکر بڑے اصرار سے حضرت مولانا مدظلہ کو ڈیوز بری مرکز پر تشریف آوری کی دعوت دی، اور پیشکش کی، چنانچہ محترم حافظ محمد پٹیل صاحب رحمہ اللہ اور دیگر ارکانِ شوریٰ کے اصرار پر حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ اواخرِ نومبر

۱۹۹۷ءڈیوزبری مرکز پر تشریف لے آئے، اور جنوری ۱۹۹۸ء سے یہاں دورۂ حدیث شریف کا افتتاح ہوگیا، اور تقریباً بائیس (۲۲) سال سے بحمد اللہ شیخ الحدیث کے طور پر بخاری شریف مکمل اور ترمذی شریف مکمل کی تدریس میں مشغول ہیں، اس سے پہلے بارہ سال دارالعلوم بڑودہ تاندلجہ، انڈیا میں مکمل بخاری شریف کا درس دیتے رہے، لہٰذا تقریباً چونتیس (۳۴) سال سے مکمل بخاری شریف کی تدریس کا سلسلہ جاری ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اس تدریسی خدمت کو قبول فرمائے۔آمین۔

حضرت مولانا مدظلہ کی جامع مانع تقریر، صاف اور شستہ دلنشین اندازِ بیان وغیرہ خصوصیات کی بناء پر آپ کا درس طلبہ میں بہت مقبول و پسندیدہ ہے۔

دارالعلوم دعوۃ الایمان، بریڈ فورڈ، یوکے، انگلینڈ میں تدریسِ بخاری شریف

محترم حافظ پٹیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ امیرِ دعوت وتبلیغ برطانیہ ویوروپ کے دستِ مبارک سے تقریباً آج سے بیس (۲۰) سال پہلے دارالعلوم دعوۃ الایمان، بریڈفورڈ، یوکے، انگلینڈ کی بنیاد پڑی، اس دارالعلوم میں برطانیہ ودیگر ممالک کے تقریباً دوسوطلبہ دارالاقامہ میں رہائش پذیر ہیں اور حضرت حافظ پٹیل صاحب کے صاحبزادہ مولانا سعید صاحب زید مجدہ اس دارالعلوم کے مہتمم اور روحِ رواں ہیں، موصوف کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں بالخصوص انتظامی صلاحیتوں سے نوازا ہے اور قلیل عرصہ میں دارالعلوم ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے برطانیہ کے ممتاز دینی تعلیمی اداروں میں اس کا شمار ہونے لگا ہے، تقریباً دس بارہ سال

سے یہاں دورۂ حدیث بھی شروع ہو چکا ہے۔

جس سال دورۂ حدیث کا آغاز ہونے لگا تو محترم حافظ محمد پٹیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب سے وہاں بھی بخاری شریف پڑھانے کی فرمائش کی مگر حضرت مولانا موصوف نے اپنی پیرانہ سالی اور ضعف نیز دیگر مشغولیتوں کی بناء پر عذرخواہی کی، حافظ پٹیل صاحب مرحوم نے ایک سال تک بخاری شریف کے افتتاح کو مؤخر کیا، دوسرے سال پھر حافظ پٹیل صاحب مرحوم نے مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب کو تدریسِ بخاری شریف کی پیش کش کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میں کسی اور سے بخاری شریف پڑھوانا نہیں چاہتا، اگر تو پڑھائے گا تو مجھ پر تیرا بڑا احسان ہوگا'' اس جملہ کے بعد مولانا کو انکار کی ہمت نہ ہوئی اور انہوں نے حافظ صاحب کی بات مان لی، چنانچہ مولانا موصوف دارالعلوم دعوۃ الایمان بریڈ فورڈ، یوکے، میں بھی بخاری شریف جلد اول پڑھا رہے ہیں اور بخاری شریف جلد ثانی حضرت مولانا یوسف دروان صاحب مدظلہ کے ذمہ ہے، شروع میں چند سال بخاری شریف جلد اول کے ساتھ ترمذی شریف مکمل بھی زیرِ تدریس رہی مگر پانچ سال قبل قلب کے عارضہ کی بناء پر انہوں نے ترمذی شریف کی تدریس سے معذرت کردی، جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز پر تو بخاری شریف مکمل اور ترمذی شریف مکمل دونوں زیرِ تدریس ہیں، شاذ و نادر ہی کسی کو دو اداروں میں بہ یک وقت بخاری شریف کی تدریسی خدمت کا موقعہ میسر ہوا ہو، فللہ الحمد و الشکر۔

افتاء و دیگر تصنیفی خدمات

بڑودہ کے دورانِ قیام اصلاح المسلمین گجرات کی طرف سے قائم شدہ دارالافتاء میں برسوں تک افتاء کی خدمت انجام دی، زبانی اور تحریری استفتاء کے جوابات دیتے رہے۔

حضرت مولانا مدظلہ نے مختلف موضوعات پر فقہی مقالے بھی لکھے ہیں، جو ادارۃ المباحث الفقھیہ اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فقہی اجتماعات اور سیمیناروں میں پڑھے گئے، اور وہ طبع بھی ہو چکے ہیں، نیز مختلف رسائل، مثلاً ''اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی حدودِ شرعیہ، سنت اور بدعت کی حقیقت، انمول حج'' وغیرہ بھی مولانا کے قلم سے صادر ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔

علماء گجرات کے اونچے طبقہ میں ان کا شمار ہے، اور اہلِ علم کے نزدیک قدر و منزلت اور پسندیدہ نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، ان کے بعض رسائل پر لکھی جانے والی تقاریظ میں علماءِ کرام کی درجِ ذیل آراء اس کی شاہدِ عدل ہیں۔

حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب رحمہ اللہ سابق رئیسِ دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، ''اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی حدودِ شرعیہ'' پر اپنی تقریظ کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں ''مولانا مفتی مصلح الدین صاحب ایک اچھے مفتی اور قرآن کریم، حدیث و فقہ کا وسیع مطالعہ رکھنے والے عالمِ دین ہیں''۔

حضرت مولانا مفتی احمد خان پوری صاحب مدظلہ شیخ الحدیث و سابق صدر مفتی

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل سملک اپنی ایک تقریظ کے آخر میں رقمطراز ہیں ’’استاذِ محترم حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب دامت برکاتہ نے بھی ان نئے حالات وضرورتوں کے پیش نظر (انمول حج نامی کتاب لکھ کر) اس موضوع کا حق ادا کردیاہے۔۔۔کتاب کے مستند ومعتبر ہونے کے لیے موصوفِ محترم کا نام ہی کافی ہے۔‘‘

حضرت مولانا مفتی اسماعیل بھڑکودروی صاحب رحمہ اللہ، سابق صدر مفتی دارالعلوم کنتھاریہ وسابق شیخ الحدیث جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، انڈیا، ’’انمول حج‘‘ پر اپنی تقریظ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ’’اس کتاب کے مستند ومعتبر ہونے کے لیے بہ طورِ مصنف محترم مفتی صاحب (مولانا مصلح الدین احمد) کا نام نامی اسمِ گرامی ہی کافی ہے، کیونکہ محترم مفتی صاحب صوبہ گجرات، انڈیا کے عظیم الشان علماءِ حق میں سے ایک تجربہ کار، سنجیدہ، کہنہ مشق عالمِ دین ہیں، آپ راندیر، ڈابھیل، بڑودہ کے مدارسِ عربیہ میں حدیث، فقہ ودیگر علوم وفنون کی تدریس میں عرصۂ دراز تک مشغول رہے ہیں، کئی سال تک دارالعلوم بڑودہ تاندلجہ، میں تدریسِ بخاری شریف اور افتاء کی نمایاں خدمات انجام دی ہیں، اور فی الحال جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز، یوکے میں شیخ الحدیث کے طور پر تعلیمی وتدریسی مشغلہ جاری ہے۔

کئی فقہی مجالس واجتماعات میں احقر کو محترم مفتی صاحب مدظلہ کے ساتھ مختلف مباحثِ فقہیہ میں حصہ لینے اور موصوف کے فقہی مقالات سننے کا موقعہ میسر ہوا ہے، جس میں احقر نے موصوفِ محترم مدظلہ کو ایک محقق، ماہر، مستند اور تجربہ کار مفتی کی حیثیت سے پایا ہے۔

حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب (مہتمم جامعہ علوم القران جمبوسر وسابق

مدرس جامعہ ڈابھیل و مدرس و مفتی دار العلوم ماٹلی والا بھروچ، انڈیا) اپنی ایک تقریظ کی تمہید میں لکھتے ہیں کہ ''میں حضرت مولانا مفتی مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ کا ایک ادنیٰ شاگرد رہ چکا ہوں، میں مولانا صاحب جیسے بزرگوں کے فیض کی روشنی ہی میں کچھ نوشت وخواند کے قابل ہوسکا ہوں، لہٰذا ایسے بزرگوں کی کسی تحریر کے بارہ میں اپنا اظہار خیال ورائے ایک بیجا جسارت ہی ہے، مگر چونکہ مولانا موصوف کا حکم ہے، اس کی خلاف ورزی بھی مناسب نہیں، اس لیے ان کے تعمیلِ حکم میں دوسطریں لکھنے کی جرأت کرر ہا ہوں، اوراس کو اپنے لیے باعثِ فخر وشرف محسوس کرر ہا ہوں۔''

بیعت وتزکیۂ نفس

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ سے بیعت

حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب کے والد صاحب رحمہ اللہ اور پورا گھرانہ حضرت مدنی قدس سرہ سے وابستہ تھا، اس لیے مولانا مدظلہ کا بھی قلبی میلان ورجحان حضرت مدنی رحمہ اللہ ہی کی طرف تھا کہ درس نظامی کی تکمیل کے بعد اصلاح نفس کے لیے حضرت مدنی رحمہ اللہ ہی سے بیعت ہوجائیں گے، مگر مشکوٰۃ شریف والے سال ہی میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کی وفات ہوگئی۔

اب اس کے بعد کیا صورتِ حال پیش آئی؟ آج سے تقریباً پینتیس سال (۳۵) قبل حضرت مولانا کفایت اللہ مُڈانوی پالن پوری ''بانی ومہتمم دارالعلوم، ماہی، پالن پور'' اور حضرت مولانا یوسف مُتالا صاحب بانی وشیخ الحدیث درالعلوم بری، یو، کے، انگلینڈ (یہ

دونوں حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کے مجاز تھے، اوراب وفات پا چکے ہیں) کے استفسار واصرار پر حضرت مولانا مدظلہ کے قلم سے لکھی جانے والی درج ذیل ایک تفصیلی تحریر سے اس کی وضاحت ہوتی ہے،اسی کو بعینہٖ نقل کیا جارہا ہے۔

حضرت مولانا یوسف مُتالا صاحب کے نام ایک مکتوب

باسمہ سبحانہ

مکرم بندہ حضرت مولانا یوسف مُتالا صاحب زیدت معالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذارش ہے کہ تین چار روز پیشتر محب ومکرم مولانا کفایت اللہ صاحب مُڈ انوی زید مجدہ بڑودہ غریب خانہ پر تشریف لائے تھے، انہوں نے فرمایا کہ دورانِ ملاقات میں نے مولانا یوسف مُتالا صاحب سے تم دونوں کے سنائے ہوئے واقعات کا تذکرہ کیا، چنانچہ مولانا یوسف مُتالا صاحب نے یہ واقعات قلمبند کرانے کا مجھ سے شدید تقاضہ واصرار فرمایا: پھر مولانا کفایت اللہ صاحب کا بھی شدید اصرار رہا کہ اولین فرصت میں اپنے قلم سے یہ واقعات تحریر کر کے مجھے بھیج دیے جائیں، میں مولانا یوسف صاحب کو ارسال کردونگا، بہرحال آپ دونوں کے ایماء پر درج ذیل تحریر ارسال خدمت ہے۔

۱۳۷۷ھ میں احقر اور برادر عزیز مولانا سید قمر الدین محمود صاحب (ناظم اعلیٰ اصلاح المسلمین، بڑودہ، گجرات، انڈیا) دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھے۔ مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتابیں زیر درس تھیں، اوراگلے سال شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس

سرہ سے دورۂ حدیث پڑھنے کے تصور وشوق سے نیز دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد حضرت مدنی قدس سرہ ہی سے بیعت ہوجانے کے مسرت انگیز جذبات سے ہمارے قلوب معمور تھے، ہمارے والد صاحب (حضرت مولانا مفتی سید شمس الدین بڑودوی) رحمہ اللہ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے ان کے دارالعلوم دیو بند،تشریف لانے سے قبل قیام سلہٹ ہی کے زمانہ سے حضرت مدنی سے وابستہ ہو چکے تھے، انہی سے بیعت تھے، اور ہمیشہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ سلہٹ میں رمضان شریف گذارنے کا معمول بھی تھا، اس لیے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کو حضرت مدنی قدس سرہ سے بہت گہرا تعلق تھا، او رحضرت مدنی رحمہ اللہ بھی والد صاحب سے بڑی شفقت ومحبت فرماتے تھے، اور والد صاحب رحمہ اللہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے بڑے معتمد تھے۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ میں ششماہی امتحان کے قریب حضرت مدنی رحمہ اللہ کی وفات کی وجہ سے نیک تمناؤں کے حسین خوابوں کے شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکنے کے نتیجہ میں حزن وملال اور حسرت ویاس کے سیاہ بادل قلب پر چھا گئے؛ مگر ام للانسان ما تمنی (الآیۃ) نیز

ماكل ما يتمنى المرأ يدركه
تجرى الرياح بمالا تشتهيه السفن

کو تسکین وتسلی قلب کا ذریعہ بنایا۔

اب اُسی وقت سے ہم دونوں بھائی سوچنے لگے کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ تو رخصت ہو چکے، اب کس سے بیعت ہونا چاہیے؟ اُس وقت حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے

پوری رحمہ اللہ، برکۃ العصر حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ اور حضرت تھانوی قدس سرہ کے بہت سے خلفاء وغیرہ حیات تھے، اُن میں سے کس سے اصلاحی تعلق قائم کیا جائے؟ بہت غور وفکر کرتے رہے مگر کسی ایک طرف قلب وطبیعت کا فیصلہ کن میلان ورجحان نہ ہوسکا، اور طبیعت میں ہر وقت تشویش و پریشانی رہتی تھی، اسی کیفیت پر سات ماہ گذر گئے، اور اگلے سال دورۂ حدیث بھی شروع ہوگیا۔

اُس زمانہ میں حضرت اقدس شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ بھی دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے، اتفاق سے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کا اجلاس تھا، جس میں شرکت کے لیے حضرت شیخ بھی سہارن پور سے دیوبند تشریف لائے، دیوبند تشریف آوری کے وقت حضرت شیخ کا قیام حضرت مدنی رحمہ اللہ کے دولت کدہ پر رہتا تھا، چوتھے گھنٹہ میں بخاری شریف کا درس ہوتا تھا، حضرت الاستاذ فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی رکن شوریٰ تھے، انہیں بھی اجلاس شوریٰ میں شریک ہونا تھا، اس لیے اگلے دن ہی حضرت الاستاذ نے دورۂ حدیث کے طلبہ کو فرما دیا تھا کہ کل سبق نہ ہوسکے گا، اُس روز بخاری شریف کے سبق کی چھٹی تھی، بازار سے کچھ ضروریات خریدنی تھیں؛ اس لیے آج کی چھٹی کو غنیمت سمجھ کر ہم دونوں بھائی بازار کے ارادہ سے نکلے، دارالعلوم دیوبند کے صدر دروازہ سے ابھی سڑک پر پہنچے تھے کہ ہم نے پیچھے مڑ کر نظر کی تو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کو ہم نے مدنی منزل سے نکل کر قبرستان قاسمی کی طرف جاتے ہوئے دیکھا، ہم دونوں بھائی بازار کا ارادہ ملتوی کرکے ہم بھی

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے پیچھے پیچھے چل دیے، اُس وقت حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ہمراہ صرف اُن کے ایک خادم ہاتھ میں چٹائی لیے ہوئے ساتھ میں تھے، حضرت شیخ رحمہ اللہ آگے آگے اور ہم تینوں پیچھے پیچھے چل رہے تھے، قبرستان قاسمی پہنچ کر جس درخت کے نیچے عام طور پر زائرین اپنی جوتیاں نکال کر آگے بڑھتے ہیں، اس درخت تک پہنچ کر ہم دونوں بھائی وہاں کھڑے ہوگئے، اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کے خادم نے آگے بڑھ کر حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ایماء سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد قدس سرہ کی قبر مبارک کے پاس چٹائی بچھادی، اور وہ خادم بھی واپس آ کر اُس درخت کے نیچے ہمارے پاس کھڑے ہوگئے۔

دارالعلوم دیوبند کے سات سالہ دوران قیام حضرت شیخ رحمہ اللہ سے دو تین مرتبہ صرف مصافحہ وملاقات سے زیادہ کی نوبت نہیں آئی تھی، ہمارے اور حضرت شیخ کے درمیان اس سے قبل قطعاً کوئی تعارف نہ تھا، بہر حال حضرت شیخ رحمہ اللہ اُس چٹائی پر چہار زانو بیٹھ گئے، اور اشارہ سے صرف ہم دونوں بھائیوں کو بلایا، اور اپنے پیچھے بیٹھ جانے کو ارشاد فرمایا، چنانچہ احقر حضرت شیخ کی داہنی جانب اور برادرِ عزیز مولانا قمرالدین محمود بائیں جانب بیٹھ گئے، اس کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ مراقب ہوگئے، دوران مراقبہ حضرت شیخ رحمہ اللہ پر گریہ وبُکاء کی عجیب وغریب کیفیت طاری ہوگئی، حضرت شیخ رحمہ اللہ کی ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی، اور کرتہ کا اگلا حصہ بھی تر ہوگیا اور اسی کیفیت کے ساتھ حضرت شیخ برابر پون گھنٹہ مراقب رہے، پون گھنٹہ کے بعد حضرت شیخ کھڑے ہوگئے، ہم بھی کھڑے ہوگئے، خادم نے آگے بڑھ کر چٹائی لپیٹ لی، حضرت شیخ رحمہ اللہ نہایت سکون ووقار کے

ساتھ دارالعلوم کی طرف روانہ ہوئے ،اور ہم تینوں بھی خاموشی کے ساتھ پیچھے پیچھے چل دیے، حضرت شیخ رحمہ اللہ باب مدنی سے دارالعلوم کے اندر داخل ہوکر احاطہ مولسری میں ہوتے ہوئے دفتر اہتمام کے زینہ پر چڑھ گئے، ہمارا حجرہ دفتر اہتمام کے نیچے ہی تھا، ہم دونوں اپنے کمرہ میں داخل ہو گئے، اب تک بیعت کے سلسلہ میں تشویش، تذبذب اور کسی ایک طرف طبیعت کا پختہ رُسوخ اور جماؤ نہ ہوسکنے کی بناء پر چھ سات ماہ سے لاحق پریشانی کا خاتمہ ہوگیا، اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کے دورانِ مراقبہ ہی ہم دونوں کی طبیعت وقلب کا بیعت واصلاحی تعلق کے بارہ میں رجحان ومیلان بالکلیہ حضرت شیخ کی طرف ہوگیا، اس کو حضرت شیخ کا باطنی تصرف ہی کہا جاسکتا ہے، کمرہ میں آنے کے بعد ہم دونوں نے آپس میں ایک دوسرے کی رائے معلوم کی ،تو دونوں کی طبیعت پورے طور پر حضرت شیخ کی طرف راغب ومائل ہوچکی تھی ۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک۔ اور اُسی وقت ہم دونوں نے حضرت شیخ کے دامن سے وابستہ ہوجانے کا عزم مصمم کرلیا؛ مگر ہمیں معلوم تھا کہ حضرت شیخ دورۂ حدیث شریف سے فراغت سے قبل بیعت نہیں فرمائیں گے؛ اس لیے چار پانچ ماہ مزید انتظار کرنا پڑا۔

دورۂ حدیث شریف سے فراغت اور رمضان المبارک کی تعطیلات گذارنے کے بعد ہم دونوں نے افتاء نیز تجوید وقراءت میں عشرہ کی تکمیل کے لیے داخلہ لیا، اور اسی دوران ہم نے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بہ غرض بیعت حاضری کی اجازت کے سلسلہ میں عریضہ ارسال کیا، جواب موصول ہوا کہ آسکتے ہو، چنانچہ ہم دونوں

دیوبند سے قبیل ظہر سہارن پور پہنچے، حضرت شیخ سے ظہر کے وقت مسجد میں ملاقات کا شرف نصیب ہوا، ظہر کے بعد حضرت شیخ کے دولت کدہ پر حاضری ہوئی، تحتانی کمرہ میں پہنچ کر حاضری کا مقصد عرض کیا، جس پر حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا: ''دیکھو اس وقت حضرت تھانوی قدس سرہ کے بہت سے خلفاء موجود ہیں، اُن میں سے کسی سے بیعت ہو جاؤ، نیز حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ بھی آج کل سہارن پور ہی میں قیام پذیر ہیں، وہ میرے بھی بڑے ہیں، روزانہ عصر سے عشاء تک میں خود ان کی مجلس میں حاضر ہوتا ہوں، تم چاہو تو میں خود حضرت رائے پوری سے سفارش کر کے تم دونوں کو حضرت سے بیعت کرادوں''، اور میرے پیارو! اسعد اور یوسف (حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ و حضرت جی مولانا یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ) ان دونوں لونڈوں پر تو مجھے رشک آرہا ہے دونوں ہَوا پر اُڑ رہے ہیں، ان میں سے کسی سے بیعت ہو جاؤ۔

ہم نے عرض کیا کہ حضرت ہم تو آپ کے علاوہ اور کسی سے بیعت ہونا نہیں چاہتے، مگر حضرت شیخ رحمہ اللہ بار بار مذکورہ جملے دُہراتے رہے، ممکن ہے کہ ہماری پختگی اور استقلال کا امتحان لینا مقصود ہو، بالآخر ہم نے حضرت شیخ سے عرض کر دیا کہ حضرت! ہم مجبور ہیں آپ کے علاوہ اور کسی طرف طبیعت و قلب کا میلان قطعاً نہیں، اگر خدانخواستہ آپ نے ہماری درخواست منظور نہ فرمائی تو کسی اور سے بیعت نہ کرنے کا ہم قطعی اور حتمی فیصلہ کر چکے ہیں، یہ سن کر حضرت شیخ خاموش ہو گئے، اور تھوڑی دیر سوچ کر یہ فرمایا کہ ''اچھا کل فجر کی نماز کے بعد مسجد میں تمہیں بیعت کرلیں گے'' چنانچہ دوسرے روز صبح کو نماز کے بعد ہم دونوں کو

حضرت شیخ نے بیعت سے مشرف کیا، اُس روز اُس مجلس میں صرف ہم دو ہی بیعت ہونے والے تھے، یہ ماہ صفر ۹۷ ۱۳ھ کا واقعہ ہے۔

اس کے بعد حضرت شیخ کی خدمت میں سہارن پور بہ کثرت حاضری ہوتی رہی، ہر ہفتہ جمعرات کے روز دیوبند سے بہ ذریعہ دہرہ دون اکسپریس قبیل ظہر سہارن پور پہنچ جاتے، اور شنبہ کی صبح دیوبند واپسی ہوتی تھی، اُس زمانہ میں صبح کی چائے کے بعد حضرت شیخ کا معمول اپنے فوقانی کمرہ میں ساڑھے گیارہ بجے تک تصنیف وتالیف کا تھا، اور فوقانی کمرہ کے باہر کھلے صحن میں متوسلین وذاکرین کو بارہ تسبیح وذکر جہری کے لیے لے جاتے ،اور ذاکرین اپنے ذکر کی مقدار باہر بیٹھ کر پوری کر کے روانہ ہوجاتے تھے، چنانچہ سہارن پور دوران حاضری ہم بھی چائے کے بعد حضرت شیخ کے ہمراہ اوپر جا کر اسی جگہ ذکر کرتے تھے، ایک مرتبہ ہم دونوں اسی طرح حضرت شیخ کے ہمراہ فوقانی حجرۂ تصنیف کے باہر ذکر کے لیے روانہ ہوئے، زینہ پر حضرت شیخ آگے آگے تھے، اور ہم پیچھے، اُس روز زینہ پر تین چار درجہ ہی چڑھنا ہوا، اتنے میں حضرت شیخ نے پیچھے مُڑ کر خلافِ معمول زینہ کے دروازہ کو اندر سے کنڈی لگادی، اور پھر زینہ چڑھنا شروع کیا، ہم زینہ پر پیچھے ہی تھے، چڑھتے چڑھتے حضرت شیخ نے اپنے کرتہ کی آستینیں خوب اچھی طرح چڑھالیں، اور زینہ کے آخری درجہ پر فوقانی دروازہ پر پہنچ کر پیچھے پلٹ کر حضرت شیخ رحمہ اللہ ہم سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے پیارو! تمھیں معلوم ہے، آج میں نے اندر سے کنڈی کیوں لگادی؟ اور آستینیں کیوں چڑھالیں؟ پھر فرمایا دیکھو میں تمھیں ایک واقعہ سناتا ہوں: ایک مرتبہ حضرت مدنی قدس سرہ

تشریف لائے تھے، اور اسی طرح ہم دونوں فوقانی کمرہ میں جانے کے لیے زینہ پر آئے تو میں نے اسی طرح اندر سے زینہ کے کواڑ بند کر لیے، اور اسی طرح آستینیں چڑھا کر میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کے سامنے کھڑا ہو گیا، اور حضرت مدنی رحمہ اللہ سے کہا کہ آج میں آپ سے اچھی طرح لڑنا چاہتا ہوں، حضرت مدنی رحمہ اللہ نے بڑے استعجاب سے دریافت کیا آخر کیوں؟ یہ وہ زمانہ تھا جس میں حریت و آزادی وطن کے سلسلہ میں حضرت مدنی قدس سرہ کی سیاسی مصروفیات و مشغولیات اپنے شباب پر تھیں، اور میرا خیال یہ تھا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ ان مصروفیات کی وجہ سے ارشاد و افاضۂ باطنی و تزکیۂ نفوس سے غفلت برت رہے ہیں، لہٰذا حضرت مدنی رحمہ اللہ کے اس استفسار پر'' آخر کیوں لڑنا چاہتے ہو؟'' کے جواب میں میں نے عرض کیا حضرت! آپ کو اپنے اکابر و اسلاف کے ذریعہ جو نعمت عُظمیٰ حاصل ہوئی ہے، اُس سے توجہ ہٹا کر ان سیاسی کاموں میں اس قدر انہماک و اشتغال مناسب نہیں وغیرہ، بڑے سخت انداز میں اُس روز میں نے گفتگو کی، حضرت مدنی قدس سرہ خاموشی کے ساتھ گردن جھکائے ہوئے میری اس ملامت کو سنتے رہے، جب میں اپنی اس سخت گفتگو سے فارغ ہو چکا، تو حضرت مدنی قدس سرہ نے ایک سرد آہ کھینچی، اور شیروانی کے جیب میں ہاتھ ڈال کر خطوط کا ایک پلندہ میرے سامنے رکھ دیا، میں نے وہ خطوط ملاحظہ کیے تو وہ سب خطوط متوسلین کی جانب سے حضرت مدنی رحمہ اللہ کے نام لکھے ہوئے تھے اور اصلاح باطن سے متعلق ہدایات طلبی، باطنی احوال و کوائف کی اطلاع، روزانہ کے اپنے معمولات کی تفصیلات وغیرہ پر مشتمل تھے، وہ خطوط دیکھ کر مجھے اپنی بیجا جسارت پر بہت ندامت

وشرمندگی ہوئی، گویا کہ یہ خطوط پیش کر کے حضرت مدنی رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ میں اس عظیم خدمت ونعمت سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہوں، اور اس کے بعد آخر حیات تک یہ معمول رہا کہ ہر ملاقات کے وقت متوسلین ومریدین کے کچھ خطوط ملاحظہ کے لیے پیش فرما دیتے تھے، پھر حضرت شیخ نے یہ بھی فرمایا کہ اُس روز مجھے اُن خطوط میں سے ایک خط پڑھ کر سخت حیرت ہوئی اور تعجب ہوا، کیونکہ سالکین میں سے کسی صاحب نے اپنے خط میں روزانہ سوا لاکھ مرتبہ ذکر اسم ذات کا اپنا معمول تحریر کیا تھا۔۔۔۔۔حضرت مدنی رحمہ اللہ کے یہاں تو سوا لاکھ کی مقدار تک ذکر اسم ذات کرنے والے تھے، اور میرے یہاں تو اب تک کوئی شخص یومیہ پچاس ہزار اسم ذات کے ذکر کی مقدار کو نہیں پہنچا، اس پر ہم نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے یہاں اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کے یہاں تو فرق ہے، حضرت شیخ نے فرمایا کہ وہ کیا؟ ہم نے عرض کیا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے یہاں تو ذکر اسم ذات سرًّا اور بغیر ضرب کے ہے، اور آپ کے یہاں ذکر اسم ذات بالضرب والجہر ہے، لہٰذا پچاس ہزار تک پہنچنا بھی مشکل ہے، اس پر حضرت شیخ خاموش رہے، اور کوئی جواب نہیں دیا، یہ واقعہ سنا کر حضرت شیخ حجرہ میں تشریف لے جا کر تصنیف وتالیف میں مصروف ہو گئے۔

رجب ۱۳۷۹ھ میں جس وقت ہم دارالعلوم دیوبند میں تھے، حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کا گرامی نامہ موصول ہوا، (اس زمانہ میں حضرت کی آنکھوں میں نزول آب کی شکایت نہ تھی، اور حضرت شیخ اپنے دست مبارک ہی سے خطوط تحریر فرماتے تھے) کہ فلاں تاریخ کو ''مسلسلات'' کا ختم ہے، تم دونوں بھائی آجاؤ، اس قسم کے موقعہ پر خطوط

لکھنے کا میرا معمول نہیں؛ مگر محض محبت وتعلق کی بناء پر خلاف معمول تم کو یہ خط لکھ رہا ہوں ، چنانچہ ہم دونوں شریک ہوئے، حضرت شیخ نے اپنی خصوصی سند پر اپنے دست مبارک ہی سے ہمارے نام تحریر فرمائے، اور اپنے دستخط ثبت فرما کر اپنی خصوصی عنایت سے ہمیں نوازا، آخر حیات تک حضرت شیخ کی بے انتہاء شفقت ومحبت ہر معاملہ میں رہی؛ حتی کہ گھریلو اورنجی معاملات تک دریافت کر کے اپنے مفید وخصوصی مشوروں سے نوازتے رہے،فراغت کے بعد ہم ابتدائی چند سالوں میں مالی واقتصادی پریشانیوں میں مبتلا رہے، والد صاحب رحمہ اللہ کا کافی قرض تھا، حضرت شیخ ہمیشہ ہمت افزائی فرماتے رہے، اور دعاء بھی فرماتے رہے، ایک مرتبہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ دیکھو میرے پیارو! میں قرض لینے میں بہت مشاق ہوں، اور مجھے بہ آسانی قرض مل جاتا ہے، میں تم کو بھی ایک تدبیر بتلاتا ہوں ، اگر اس پر عمل پیرا رہے تو ان شاء اللہ کسی سے قرض لینے میں کوئی دشواری پیش نہ آئیگی، اور بہ آسانی قرض مل جائے گا، وہ یہ کہ مُقرض سے اداءِ قرض کی میعاد متعین کرلو، اور متعینہ میعاد پر کسی طرح سے بھی اس کے قرض کی ادائیگی کا اہتمام، انتظام والتزام کرلو، اگر خدانخواستہ اس وقت تمہارے پاس کچھ بھی نہ ہو تب بھی کسی اور جگہ سے لاکر اُس مُقرض کا قرض ادا کردو، اگر یہ معمول رہا تو بہ آسانی قرض دستیاب ہوسکتا ہے، ہم نے بارہا اس پر عمل کیا، بحمد اللہ کسی وقت کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوئی۔

آخر حیات تک حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کی بے انتہاء شفقتوں اورتوجہات شامل حال رہنے کے باوجود اپنی نااہلی اور کم مایگی کے باعث استفادہ نہ کرسکنے کا نہایت افسوس وقلق ہے۔

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل　　　خضر از آب حیواں تشنہ لب آرد سکندر را

حق تعالیٰ شانہ اپنی شایان شان حضرت شیخ قدس سرہ کو اپنی گونا گوں رحمتوں اور ترقی درجات سے نوازے، اور حضرت شیخ کے فیوض وبرکات نیز مآثر علمیہ وعملیہ سے امت مسلمہ کو زیادہ سے زیادہ فیض یاب فرمائے۔ آمین۔

تلک آثارنا تدل علینا　　فانظروا بعدنا الی الآثار

فقط والسلام

سید مصلح الدین احمد بڑودوی القاسمی　خادم حدیث دارالعلوم بڑودہ، گجرات، انڈیا

۱۷ شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۷ اپریل ۱۹۸۶ء یک شنبہ

محی السنّہ حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ کی طرف رجوع

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا مدظلہ نے محی السنّہ حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا، اور اُن سے اصلاحی تعلق قائم کیا، اُن کی خانقاہ وبارگاہ میں گاہے گاہے حاضری بھی ہوتی رہی، اور اُن کی حسبِ ہدایت معمولات بھی جاری رہے، تا آنکہ حضرت ہردوئی کی بھی وفات ہوگئی۔

عارف باللہ حضرت مولانا قمر الزماں الٰہ آبادی مد ظلہ کی طرف رجوع

حضرت ہردوئی کی وفات کے بعد حضرت مولانا مدظلہ نے حضرت مولانا قمر الزماں الٰہ آبادی دامت برکاتہم العالیہ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرلیا، اور خط وکتابت سے نیز گاہے گاہے

حاضرِ خدمت ہوکران کی حسبِ ہدایت عمل پیرا رہے۔

خلافت واجازتِ بیعت

اسی دوران حضرت مولانا قمرالزماں صاحب مدظلہ کا درج ذیل گرامی نامہ موصول ہوا:

باسمہ تعالیٰ

مجبی الکرم زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض ہے کہ ۲۵ صفر ۱۴۲۵ھ کا فیکس موصول ہوا، وظائفِ مسطورہ سے واقفیت ہوئی، پہلے بھی معلوم ہوا تھا اس کا جواب فوراً ہی لکھا تھا، مگر تعجب ہے کہ موصول نہ ہوا، خیر! ثانیاً وظائف وخدمات علمیہ کو معلوم کر کے شدت سے اس امر کا تقاضائے قلبی ہوا کہ آپ کو اجازت دوں، لہذا اس کو اپنی سعادت سمجھ کر توکلاً علی اللہ تعالی آنجناب کو چاروں سلاسلِ صوفیہ صافیہ میں بیعت کرنے کی اجازت دیتا ہوں، اس کو قبول فرمائیں، اور منجملہ وظائف کے اس کو بھی وظیفۂ واجبہ سمجھیں، اور اس کے حق کی ادائیگی کا لحاظ فرمائیں اس حقیر کے لئے دعاء خیر وعافیت فرمائیں ، یہ حقیر بھی آنجناب کے لئے دعاء خیر و برکت کرتا ہے۔ اللہ تعالی خدمتِ طریق کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین واللہ الموفق۔ والسلام محمد قمرالزماں الہ آباد، الہند

۳ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۴ اپریل ۲۰۰۴ء

عکسِ مکتوبِ حضرت مولانا قمر الزماں صاحب زیدت معالیہ

مکتبہ دار المعارف
۴۶۶/۴۰۷ بخشی بازار الہ آباد
یوپی، الہند فون ۶۰۳۴۱۱

بیت الاذکار
۶۳۹/بی وصی آباد الہ آباد، یوپی، الہند
فون ۵۵۰۴۳۸ فیکس ۶۰۲۰۸۴-۰۵۳۲

محمد قمر الزماں الہ آبادی

MOHD. QAMARUZZAMAN ALLAHABADI

MAKTABA DARUL MAARIF-ALLAHABAD
407/466, BAKHSHI BAZAR, ALLAHABAD-211003. (U.P) INDIA.
PHONE : 603411

BAITUL AZKAR
639/B, WASIABAD, ALLAHABAD-211003. (U.P) INDIA.
PHONE : 550438 FAX : 0532-602084

باسمہ تعالیٰ

محبی اکرم زید مجدکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض ہے کہ ۲۵ صفر ۱۴۲۵ھ کا فیکس موصول ہوا - وظائف مسطورہ سے واقفیت ہوئی - پہلے بھی معلوم ہوا تھا اسکا جواب فوراً ہی لکھا تھا مگر تعجب ہے کہ موصول نہ ہوا - خیر - ثانیاً وظائف و حرکاتِ علمیہ کو معلوم کرکے شرح سے اِس امر کا تقاضائے قلبی ہوا کہ آپ کو اجازت دوں - لہٰذا اسکو اپنی سعادت سمجھکر توکلاً علی اللہ تعالیٰ آنجناب کو چاروں سلاسلِ صوفیہ صافیہ میں بیعت کرنے کی اجازت دیتا ہوں - اسکو قبول فرمائیں اور منجملہ وظائف کے اسکو بھی وظیفۂ واجبہ سمجھیں - اور اس کے حق کی ادائیگی کا لحاظ فرمائیں اس حقیر کے لئے دعائے خیر عنایت فرمائیں - یہ حقیر بھی آنجناب کے لئے دعائے خیر وبرکت کرتا ہے - اللہ تعالیٰ خدمتِ طریق کی توفیق مرحمت فرمائے - آمین واللہ الموفق

والسلام -

محمد قمر الزماں الہ آبادی
الہ آباد - الہند

۳ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
۲۴ اپریل ۲۰۰۴ء

حج کے اسفار

حج سے متعلق سوال کے جواب میں حضرت مولانا سید مصلح الدین احمد صاحب نے فرمایا کہ اب تک تقریباً بائیس حج ہوئے ہیں، اُن میں سب سے پہلا حج انڈیا سے ۱۹۶۳ء میں دریائی جہاز (اسٹیمر) سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے زمانۂ تدریس میں ہوا، اس سفر حج میں مدینہ منورہ کے دوران قیام حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب فیض الباری کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اُس وقت فالج زدہ ہونے کی وجہ سے چت لیٹے رہتے تھے، حرکت کرنے سے معذور تھے، لیکن ہوش وحواس بالکل صحیح تھے، اور اچھی طرح گفتگو فرماتے تھے، روزانہ عصر کے بعد مغرب سے آدھ گھنٹہ پہلے تک ان کے مکان پر حضرت والا کی مجلس ہوتی تھی، جس میں انڈیا، پاکستان وغیرہ مختلف ممالک کے حجاج بڑی تعداد میں شریک مجلس ہوکر حضرت والا کے ملفوظات وارشادات سے فیض یاب ہوتے تھے، اور اختتام مجلس پر مصافحہ کر کے رخصت ہوجاتے، ہم دونوں بھائی (مصلح الدین احمد ومولانا قمر الدین محمود) بھی شریک ہوتے تھے، ایک دن اختتام مجلس پر بہ وقت مصافحہ حضرت والا نے فرمایا کہ میں تم دونوں کو تین روز سے پابندی کے ساتھ حاضر مجلس ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں، تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟ ہم نے عرض کیا ہم بڑودہ شہر انڈیا کے باشندے ہیں، اور فی الحال جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریس کرتے ہیں، یہ سن کر فرمایا کہ دیکھو یہ تو عمومی مجلس ہوتی ہے، اس میں عوام کے مناسب حال بات ہوتی ہے، خصوصی گفتگو کے لیے کوئی وقت دوں تو کیا تم

آؤ گے؟ ہم نے جواب دیا کہ اپنی سعادت سمجھ کر ضرور حاضر خدمت ہوں گے، فرمایا کہ آئندہ کل بارہ بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک تمہارا وقت ہے آجاؤ، دوسرے دن ہم دونوں حضرت والا کے دروازہ پر پہنچ گئے، بارہ بجنے میں ایک منٹ باقی تھی، گھڑی دیکھتے رہے، اور ٹھیک بارہ بجتے ہی ہم نے بیل (گھنٹی) بجائی، آپ کے صاحبزادہ نے دروازہ کھولا، ہم اندر داخل ہو گئے، وہاں بنارس کے ایک مفتی صاحب بیٹھے ہوئے تھے، اور حضرت والا اُن سے مصروف گفتگو تھے، سوا بارہ بجے جب وہ واپس ہونے لگے تو اُن کو فرمایا کہ تمہارے مزاج میں وقت کی پابندی نہیں، میں نے تم کو ساڑھے گیارہ بجے سے بارہ بجے تک وقت دیا تھا تم پندرہ منٹ لیٹ آئے، اور ان دونوں کے وقت میں سے تم نے پندرہ منٹ لیے، اور جب انہوں نے گھنٹی (بیل) بجائی، میں نے فوراً گھڑی دیکھی تو ٹھیک بارہ بج رہے تھے، جس سے اندازہ ہوا کہ ان کے مزاج میں وقت کا اہتمام و پابندی ہے، اس کے بعد حضرت والا نے جامعہ ڈابھیل میں اپنے زمانۂ قیام کے اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ کے کچھ واقعات سنائے، اور بڑی قیمتی و مفید نصائح و ملفوظات سے نوازا، جس کی تفصیلات کا یہ موقعہ نہیں۔

مفتی طاہر سورتی صاحب نے حضرت مولانا مفتی مصلح الدین احمد صاحب کو فون کر کے بتلایا کہ حضرت مفتی احمد خان پوری مدظلہ نے زبانی طور پر نیز فون کر کے بہ اصرار فرمایا کہ حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمہ اللہ کی وہ باتیں جس قدر یاد ہوں اپنی یادداشت کے مطابق حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب سے تحریر کرالی جائیں، چنانچہ حضرت مفتی

احمد خان پوری صاحب مدظلہ کی تعمیل حکم میں فون سے اُن ملفوظات کے قلمبند کیے جانے کی گذارش کررہا ہوں۔

صبح بارہ بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک کی خصوصی مجلس میں پہلی بات تو یہ فرمائی کہ مدینہ طیبہ میں جنت البقیع کی تدفین کی تمنا میں سولہ سال سے یہاں پڑا ہوا ہوں، دعاء کرو کہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کی موت اور یہاں دفن ہونا نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا بدر عالم رحمہ اللہ کی یہ تمنا پوری فرمائی۔ مدینہ منورہ میں وفات ہوئی اور جنت البقیع ہی میں مدفون ہوئے۔ میں نے حضرت والا کے صاحبزادہ آفتاب عالم صاحب کے حوالہ سے یہ بات سنی کہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں جگہ کی قلت اور دفن ہونے والوں کی کثرت کی بناء پر سعودی حکومت کا معمول ہے کہ ہر میت کی قبر کو دفن کے چھ ماہ کے بعد کھول کر مدفون میت کی ہڈیوں وغیرہ کو نکال کر قبر کو صاف کر کے اُسی قبر میں کسی اور میت کو دفن کر دیا جاتا ہے، لہٰذا حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمہ اللہ کی قبر کو چھ ماہ کے بعد کھولا گیا تو جسمِ اطہر اور کفن وغیرہ بالکل تازہ صحیح وسلامت تھا۔ ایسی قبر پر علامت لگا کر چھوڑ دیا جاتا ہے اور پھر آئندہ اس کو چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ اخلاص ویکسوئی کے ساتھ پڑھنے پڑھانے کے اپنے کام میں لگے رہو، انتظامی اور غیر متعلقہ امور میں بلا وجہ دخل اندازی سے اجتناب کیا جاوے، قلتِ تنخواہ وغیرہ امور کی طرف توجہ سے بالاتر ہوکر اپنا فرضِ منصبی بہ خوبی اچھی طرح ادا کرتے رہو وغیرہ۔

تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ ایک کتاب ''تجرید البخاری'' جس میں مصنف رحمہ اللہ نے اقوال وآثارِ صحابہ ودیگر فقہاء کے اقوال اور تعلیقات وغیرہ کو بخاری شریف میں سے حذف کر کے صرف مرفوع روایات ہی کو درج کیا ہے۔اس کتاب کوخرید کرقرآنِ کریم کی تلاوت کی طرح اس کے کچھ حصہ کوروزانہ پڑھنے کامعمول بنالو، چنانچہ ہم نے اُسی روز مدینہ طیبہ کے ایک مکتبہ سے ''تجرید البخاری'' خرید لی اور ایک عرصہ تک روزانہ اس کا کچھ حصہ پڑھنے کامعمول رہا۔

چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی کہ لوگ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ کی قوتِ حافظہ کا خوب تذکرہ کرتے رہتے ہیں؛ لیکن قوتِ حافظہ کے لیے اور چیزوں کے علاوہ غذا کا مناسب وبہتر ہونا بھی ضروری ہے، اس کی طرف کوئی توجہ نہیں اور نہ کوئی اس کا تذکرہ کرتا ہے۔حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ جس گائے کا دودھ استعمال کرتے تھے، اس گائے کو مختلف قسم کے فروٹ کھلائے جاتے تھے۔حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ خصی مرغ کا گوشت تناول فرماتے تھے، حضرت مولانا محمد بن موسیٰ میاں سملکی رحمہ اللہ (میاں فیملی سملک ڈابھیل کی مشہور فیملی ہے اور جنوبی افریقہ میں بھی یہ قدیم زمانہ سے آباد ہے۔مولانا محمد بن موسیٰ میاں رحمہ اللہ اسی فیملی سے تعلق رکھتے ہیں اور جنوبی افریقہ میں مقیم تھے اور حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے مخصوص ومعتمد تلامذہ میں سے تھے) نے خصوصی طور پر مرغ کوخصی کرنا سیکھا تھا اور وہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے لیے مرغ کوخصی کر کے اس کا گوشت مہیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالرؤف لاجپوری زید مجدہ مجاز حضرت مسیح الامت وسابق خطیب جامع مسجد، ہینری اسٹریٹ، باٹلی، یوکے، انگلینڈ

بندہ محمد یونس بندہ الٰہی سورتی کے نام ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے کسی ذریعہ سے یہ علم ہوا کہ آپ حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد بڑودوی القاسمی شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام، ڈیوزبری، یوکے، انگلینڈ کے حالاتِ زندگی جمع کر رہے ہیں، اور ان کو تحریری شکل میں مرتب کرنا چاہتے ہیں، اس سے مجھے بڑی مسرت ہوئی، ان کے کچھ معمولاتِ زندگی اور دیگر سبق آموز معلومات جو احقر کے علم میں تھیں ان کو قلمبند کر کے آپ کو ارسال کرنے کا دل میں خیال آیا، لہٰذا میں نے حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب سے اپنے اس ارادہ کا اظہار کیا، مولانا موصوف نے بڑی سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم کیا؟ اور ہمارے مشاغل و معمولات کیا؟ علاوہ ازیں اس میں نام ونمود، شہرت وریاء کا بھی احتمال ہے، لہٰذا میں اُسے قطعاً مناسب نہیں سمجھتا۔

میں نے عرض کیا کہ بے شک نام ونمود، شہرت وریاء کاری کی نیت سے ان کا ذکر واقعی غلط اور نا مناسب ہے، لیکن دوسروں کی تشویق وترغیب کی نیت سے ذکر کرنے کی تو گنجائش ہے، ورنہ اکابر واسلاف کے حالات ومعمولات وغیرہ ہمارے سامنے کیسے آتے؟ میری یہ بات سن کر انہوں نے سکوت کیا، اور خاموشی اختیار کی، لہٰذا اپنے علم کے مطابق کچھ معمولات تحریری شکل میں ارسال خدمت ہیں، اس تحریر کو اپنے مجموعہ میں شامل کر کے ممنون فرمائیں۔

چند سبق آموز معلومات

حطیم میں نوافل کے اندر قرآن کریم ختم کرنے کا واقعہ

ایک مرتبہ میں نے عرض کیا حضرت مولانا یعقوب اسماعیل منشی کاوی مدظلہ، حال مقیم ڈیوزبری، یوکے، انگلینڈ کے حوالہ سے یہ واقعہ میں نے وایا وایا سنا ہے، آج میں آپ کی زبانی بلاواسطہ سننا چاہتا ہوں، مولانا مصلح الدین احمد صاحب نے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے اُس کو ٹالنا چاہا؛ مگر میں مُصر ہو گیا کہ یہ واقعہ ضرور سنائیں، چنانچہ انہوں نے کہا کہ ۱۹۶۳ء میں میرا اور برادر عزیز مولانا سید قمر الدین محمود صاحب کا پہلا حج تھا، اور حضرت مولانا یعقوب کاوی صاحب کا بھی غالباً پہلا حج تھا، ہم تینوں اس زمانہ میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں مدرس تھے، سفر حج میں مکہ معظّمہ کے دورانِ قیام ایک دن ہم دونوں عشاء کی نماز کے بعد حطیم کے قریب حطیم میں کچھ ازدحام کم ہونے کے انتظار میں بیٹھے تھے، اتنے میں وہاں سے حضرت مولانا یعقوب کاوی صاحب کا گذر ہوا، ہم کو دیکھ کر مولانا نے فرمایا کہ چلو میرے ساتھ کمرہ پر، چائے پییں گے، ہم ساتھ ہو گئے، انہوں نے چائے پلائی، چائے پلانے کے بعد کہنے لگے کہ تم نے چائے کیوں پی؟ ہم نے کہا کہ آپ نے خلوص کے ساتھ پلائی، تو ہم نے پی لی، فرمانے لگے، رات کو عشا کے بعد چائے پینے کا تمہارا معمول نہیں، پھر آج خلافِ معمول اور خلافِ عادت چائے کیوں پی؟ سچ سچ بتاؤ۔ ہم نے کہا کہ آج رات سونا نہیں، اس لئے چائے پی لی، فرمانے لگے کہ آج رات کیوں سونا

نہیں؟ کیا کروگے؟ ہم نے بات ٹالنا چاہا؛ مگر وہ مُصر ہوگئے، خیر! مجبوراً ہم نے عرض کیا کہ ہم تو حطیم میں ازدحام کم ہونے کے انتظار میں بیٹھے تھے، آج حطیم میں صبح کی نماز تک دو رکعت نفل نماز میں قرآن کریم ختم کرنے کا ارادہ ہے، فرمانے لگے کہ میں بھی چلونگا، اور اقتداء کرونگا، ہم نے عرض کیا کہ ہر چیز ہر شخص کے بس کی نہیں ہوتی، آپ اصرار نہ کریں، فرمانے لگے کہ میں تو حافظ قرآن نہیں ہوں، مجھے زندگی میں حطیم میں ختم قرآن کریم کا موقعہ کہاں میسر ہوسکتا ہے؟ اور یہ سعادت مجھے کہاں نصیب ہوگی؟ البتہ میں اس کا متحمل نہیں ہوں، لہٰذا میری رعایت ضرور کرنا ہوگی، ہم نے کہا اچھا! ایک دن کے بجائے دو دن میں ختم کرینگے، وہ فرمانے لگے کہ یہ بھی میرے بس کی بات نہیں، بالآخر تین راتوں میں دس دس پارے کرکے ختم کرنا طے ہوا، بڑودہ کے ایک اور حاجی صاحب نے بھی یہ بات سن لی تھی، وہ بھی اقتداء کرنے پر مُصر ہوگئے، خیر! ہم چاروں حطیم میں پہنچ گئے، حطیم کی داہنی جانب کے اندر میں اور مولانا یعقوب کاوی صاحب کھڑے ہوگئے اور بائیں جانب میں برادر عزیز مولانا قمرالدین محمود صاحب اور بڑودہ کے وہ حاجی صاحب کھڑے ہوگئے، احناف کے یہاں امام کے ساتھ نوافل میں ایک ہی مقتدی ہوتو یہ جماعت بلا کراہت جائز ہے، میں نے مولانا یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ کھڑے کھڑے جب آپ تھک جائیں تو بیٹھ جاویں، پھر کھڑے ہوجائیں، چنانچہ وہ اُٹھ بیٹھ کرتے رہے، میں نے پہلی رکعت میں تقریباً نو پارے پڑھے، ختم سورۂ اعراف پہلی آیت سجدہ پر میں نے رکوع کیا، اور دوسری رکعت میں سوا پارہ پڑھ کر رکوع کیا، سلام پھیرنے کے بعد مولانا یعقوب کاوی صاحب فرمانے لگے

، یہ بھی میرے تحمل سے زیادہ ہے، اب بیس پارے رہ گئے ہیں، ان کو روزانہ پانچ پانچ پارے کرکے چار راتوں میں ختم کرلیا جاوے، خیر! ان کی بات قبول کرلی گئی، اور بقیہ بیس پارے چار راتوں میں ختم کر لیے گئے۔

اُس کے بعد ۱۹۷۱ء میں حج کو جانا ہوا، اُس سال حطیم میں پہلے روز دو رکعت میں پندرہ پارے اور دوسرے روز دو رکعت میں پندرہ پارے، دو دن میں نوافل میں حطیم کے اندر ایک قرآن کریم ختم کرلیا، فللہ الحمد، اُس زمانہ میں اسٹیمر سے حج کا سفر ہوتا، اور تقریباً دو ماہ حرمین شریفین میں قیام ہوتا تھا، اُس زمانہ میں حج کے اندر آج کل کی طرح رش نہیں ہوتا تھا، نیز حطیم وغیرہ میں اتنا ازدحام بھی نہ ہوتا تھا، علاوہ ازیں اس زمانہ میں پولیس بھی آج کی طرح بدتمیزی نہیں کرتی تھی، آج کل تو کوئی شخص زیادہ دیر تک کھڑا رہے تو وہ دھکے دے کر ہٹا دیتی ہے، لہٰذا آج کے دور میں یہ عمل بہت مشکل ہے۔

پھر میں نے ایک سوال کیا کہ حرمین شریفین کے دوران قیام قرآن کریم کی تلاوت کا کیا معمول تھا؟ اور آج کل کے عام حالات میں یومیہ تلاوت کا کیا معمول ہے؟ جواب میں کہا کہ جب تک صحت اچھی تھی، جوانی تھی، اور قُویٰ مضبوط تھے، وہاں تک مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے دورانِ قیام مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی میں روزانہ ایک قرآن کریم ختم کرنے کا معمول رہا۔ اور آج کل عام دنوں میں یومیہ دس پارے کی تلاوت کا معمول ہے۔

کثرتِ طواف

میں نے سوال کیا کہ اُس زمانہ میں روزانہ کتنے طواف کا معمول تھا؟ اور آپ نے

ایک دن میں زیادہ سے زیادہ کتنے طواف کیے ہیں؟ جواب میں کہا کہ حتی الامکان طواف کی کثرت ہونی چاہیے، مکہ معظّمہ کی افضل ترین عبادت طواف ہے، دیگر عبادتیں نماز، روزہ وغیرہ اعمال صالحہ مکہ معظّمہ کے علاوہ بھی ہر جگہ ہوسکتی ہیں؛ مگر طواف ایسی عبادت ہے جو مکہ معظّمہ ہی میں ہوسکتی ہے، کسی اور جگہ ممکن نہیں، اور طواف کی بڑی فضیلت آئی ہے، ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جو شخص بیت اللہ کے پچاس (۵۰) طواف کرے وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوجاتا ہے، گویا کہ آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو، علماء فرماتے ہیں کہ اس سے صغیرہ گناہ مراد ہیں، کبیرہ گناہوں کی معافی ومغفرت کے لیے توبہ شرط ہے، پھر علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ پچاس طواف ایک دن ہی میں کرنا ضروری نہیں؛ بلکہ پوری زندگی میں بھی یہ پچاس کا عدد پورا ہوجاوے، تب بھی یہ فضیلت اس کو حاصل ہوجائے گی، لہٰذا ہر حاجی ومعتمر کو اپنے اکاؤنٹ میں پچاس (۵۰) طواف کا ذخیرہ تو رکھنا ہی چاہیے۔

جوانی کے زمانہ میں روزانہ ۲۰ سے ۲۵ طواف کرنے کا میرا معمول تھا، اُس زمانہ میں آج کی طرح اتنا زیادہ ازدحام وہجوم بھی نہ ہوتا، اور قیام بھی طویل ہوتا تھا، لہٰذا سات سے آٹھ منٹ میں میرا ایک طواف ہوجاتا تھا، ایک مرتبہ نماز پنج گانہ کی ادائگی کے اوقات کو مستثنیٰ کر کے چودہ گھنٹے مسلسل طواف کرنے کی وجہ سے اُس روز میرے ساٹھ (۶۰) طواف ہوگئے تھے، اور ایک مرتبہ ایک دن میں پچاس طواف کیے تھے۔

ایک مرتبہ مئی کے مہینہ میں عاشوراء کا دن تھا، اور میں نے عاشوراء کا روزہ رکھا تھا،

لہٰذا میں نے سوچا کہ آج تو صبح کی نماز کے بعد متصلاً ہی طواف کرلوں ، ورنہ دھوپ تیز ہوجانے کے بعد طواف میں دشواری ہوگی ، اُس سال ایک پاکستانی جوان تھا ، وہ بڑا قوی اور مضبوط تھا ، ایک مرتبہ طواف میں اس کی ٹکر لگ جانے سے مجھے بڑی تکلیف ہوگئی تھی ، لہٰذا میں مطاف میں اُس سے بہت محتاط ہوکر طواف کرتا تھا ، وہ صبح کی نماز کے بعد میرے پاس آیا ، اور کہنے لگا کہ آج تو تیرے ساتھ طواف کرنے کو میرا جی چاہتا ہے ، چنانچہ ہم دونوں نے طواف شروع کیا ، نون اسٹاپ (لگاتار) تیس (۳۰) طواف کیے ، پھر وہ کہنے لگا کہ شدید پیاس لگی ہے ، چلو زمزم کے کنویں پر چل کر پانی پییں ، میں نے عذر کیا کہ میرا تو روزہ ہے ، کہنے لگا کہ ابھی اتنی پیاس لگ رہی ہے ، شام تک تیرا کیا حال ہوگا ؟

ماہ رمضان المبارک میں اعتکاف کا معمول

میرے سوالات حضرت مولانا مصلح الدین صاحب احمد کی طبیعت کے خلاف تھے ، لیکن میں اپنی دلچسپی کی بناء پر انکے خلافِ مزاج معلومات حاصل کرنے کے لئے سوالات کرتا رہا ، چنانچہ میں نے ایک سوال یہ کیا کہ ماہ رمضان میں اعتکاف کا معمول کب سے ہے ؟ اور اس کی ابتداء کب سے کس طرح ہوئی ، اور اعتکاف میں عوام الناس کی نسبت سے کیا معمول رہتا ہے ؟

جواب میں فرمایا : کہ والد صاحب رحمہ اللہ کا ہمیشہ زندگی بھر اعتکاف کا معمول رہا ، حضرت مدنی قدس سرہ سے بیعت کے بعد حضرت مدنی رحمہ اللہ کے دار العلوم دیوبند تشریف لانے سے پہلے اور انڈیا کی آزادی سے پہلے سلہٹ ہی میں حضرت مدنی رحمہ اللہ

کے ساتھ اعتکاف کرتے تھے، ۱۳ شعبان ۱۳۷۸ھ مطابق فروری ۱۹۵۸ء میں وفات ہوئی وہاں تک مسلسل ہر سال اعتکاف کا معمول رہا، اس زمانہ میں بڑودہ شہر میں لوگ اعتکاف کو جانتے بھی نہ تھے، پورے شہر میں صرف والد صاحب رحمہ اللہ کا ایک اعتکاف ہوتا تھا۔ انجان پن کی وجہ سے بعض لوگ تو یوں کہتے تھے کہ مولانا صاحب کو کیا ہوگیا، کہ گھر بار چھوڑ کر مسجد میں پڑے رہتے ہیں؟ لیکن اب تو شہر کی تقریباً ہر مسجد میں کئی کئی لوگ معتکف ہوتے ہیں۔ من سنّ سنّةً حسنةً الخ (الحدیث) کے مطابق یہ سارا ثواب والد صاحب رحمہ اللہ علیہ کے نامۂ عمل میں جائے گا، ان شاء اللہ تعالی۔

رمضان سے کچھ دن پہلے ماہ شعبان میں والد صاحب کی وفات ہوئی، ماہ رمضان شروع ہوتے ہی خیال ہوا کہ والد صاحب کے قائم کردہ سلسہ کو ہمیشہ نبھانا چاہئے، لہذا رمضان ۱۳۷۸ھ سے عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کا سلسہ شروع ہوکر آج تک تقریباً ۶۳ سال سے یہ معمول جاری ہے۔ درمیان میں بعض عوارض کی وجہ سے چار پانچ سال ناغہ ہوا۔ اعتکاف میں روزانہ ایک گھنٹہ حیوٰۃ الصحابہ، یا الترغیب والترہیب وغیرہ کسی بھی حدیث کی کتاب کی تعلیم ہوتی ہے، اور تراویح کے بعد آدھ گھنٹہ عوام کی مناسبت سے بیان ہوتا ہے۔

میرا ہمیشہ رمضان انڈیا میں گذرتا ہے، امسال بھی میری بکنگ تھی، لیکن لاک ڈاؤن کی وجہ سے وہ بکنگ کینسل ہوئی اور میرا سفر ملتوی رہا اور مجبوراً ماہِ رمضان میں قیام ڈیوزبری ہی میں رہا۔ امسال ۲ رمضان ۱۴۴۱ء کو جامع مسجد ہنری اسٹریٹ، باٹلی، یوکے

، انگلینڈ کے امام صاحبان مولوی محمد موٹا اور مولوی یحییٰ صوفی نے مسجد کمیٹی کے ارکان کے مشورہ سے عشرۂ اخیرہ کے مسنون اعتکاف کی مجھے پُرخلوص دعوت دی اور میں نے قبول کرلی اور مذکورہ بالا معمولات کے ساتھ وہاں اعتکاف طے ہوگیا، مگر ۲۰ رمضان سے دو روز قبل لاک ڈاؤن میں شدت آگئی اور میری عمر بھی اسّی (۸۰) سے متجاوز ہونے وغیرہ دیگر مصالح کی بناء پر مسجد کمیٹی کے ارکان نے محسوس کیا کہ خدانخواستہ اگر کوئی ناخوش گوار بات پیش آگئی تو مسجد کے لئے نئی مشکلات اور رُکاوٹوں کے پیش آنے کا خطرہ ہے لہذا ارکان مسجد کمیٹی نے معذرت کردی اور اعتکاف کرنا ملتوی رہا۔

زمزم کے کنویں کی زیارت اور زمزم کے کنویں سے پانی نکالنا

۱۹۶۳ء میں آج کل کی طرح ماء زمزم کا پوری مسجد حرام میں کوئی نظم نہ تھا، بلکہ لوگ صُراحی میں بھر کر مسجد حرام میں پانی فروخت کرتے تھے، دو قُرش میں ایک کٹورہ زمزم کا پانی پینے کو ملتا تھا، حُجّاج خرید کر پانی پیتے تھے، ایک مرتبہ ہم دونوں بھائی زمزم کے کنویں پر گئے، آج کل تو زمزم کا کنواں حجرہ میں بند ہے، اور مقفل ہے، اُس زمانہ میں زمزم کا کنواں کُھلا تھا، البتہ اس پر موٹر لگ گئی تھی، اور کنویں پر رسی اور ڈول بھی تھی، اُس سے کھینچ کر پانی نکالا جاتا تھا، وہاں حکومت کی جانب سے ایک شخص مامور ومقرر تھا، وہ پانی کھینچ کر حُجّاج کو پلاتا تھا ہم نے اُس مامور شخص سے کہا کہ ڈول رسی سے ہم بہ ذات خود پانی کھینچ کر نکال کر پینا چاہتے ہیں، اس شخص نے بہ خوشی منظور کرلیا، ہم نے خود پانی کھینچ کر پیا۔

اُس وقت زمزم کے کنویں کے ارد گرد کمر کی اونچائی تک مَنڈ بنی ہوئی تھی، اور اس کے اوپر جالی لگی ہوئی تھی، منڈ پر چڑھ کر بہ آسانی زمزم کے کنویں کو اندر سے دیکھا جاسکتا تھا، ڈیوٹی پر مامور شخص کی اجازت سے ہم نے منڈ پر چڑھ کر زمزم کے کنویں کو اندر سے اچھی طرح دیکھا تھا، کنویں کے اندر چاروں طرف سے پانی فوّارہ کی طرح جوش مارتے ہوئے اُبل رہا تھا۔

بیرون ملک کے دیگر دینی وملّی اسفار

ساؤتھ افریقہ کا سفر

مولانا امین رشید دمنی صاحب حال مہتمم دارالعلوم دمّن (اس وقت وہ ساؤتھ افریقہ میں مقیم تھے) کی دعوت پر ۱۹۹۵ء میں جنوبی افریقہ کا سفر ہوا، جس میں جوہانسبرگ، ڈربن، ویںڈا وغیرہ مختلف شہروں میں جانا ہوا، وہاں کے مدارس عربیہ میں سے دارالعلوم زکریا جانا ہوا، اس روز وہاں ختم بخاری شریف تھا، وہاں کے شیخ الحدیث مفتی رضاء الحق صاحب نے آخری درس دیا، مولانا شبیر سالوجی صاحب مہتمم مدرسہ ہٰذا سے بھی ملاقات ہوئی، اسی طرح دارالعلوم آزاد وِل میں بھی حاضری ہوئی، وہاں کے مہتمم مولانا عبدالحمید اسحاق صاحب، اور شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن اعظمی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، مولانا قاسم سیما صاحب مرحوم کے یہاں ڈربن بھی جانا ہوا، بڑی اچھی ملاقات رہی، فرمانے لگے کہ جامعہ ڈابھیل میں آپ کے والد صاحب سے میں نے پڑھا ہے، اور ان کو امتحان بھی دیا ہے۔

پرتگال اور جرمنی کا سفر

محترم حافظ محمد پٹیل صاحب مرحوم (امیر تبلیغ یو کے و یوروپ) کی معیت میں دعوت وتبلیغ کے جوڑ کی نسبت سے دو مرتبہ پرتگال کا سفر ہوا، اور ایک مرتبہ جرمنی جانا ہوا، دعوت وتبلیغ سے متعلق امور و بیانات میں شریک رہا۔

کینیڈا کا سفر

۱۸ فروری ۲۰۱۶ء کو کینیڈا کا پہلا سفر ٹورنٹو کے لیے ہوا، مولوی عمر صوبیدار صاحب (فاضل جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری، یوکے) نے کچھ طلبہ کو بخاری شریف پڑھائی تھی، لہٰذا ختم بخاری شریف کے لیے مولانا مصلح الدین احمد صاحب کو بلایا تھا، لہٰذا وہاں جانا ہوا، ٹورنٹو میں متعدد علماء سے ملاقات ہوئی، وہاں اجازت حدیث کی نسبت سے ایک مجلس ہوئی، کئی علماء نے شرکت کی، اور انہوں نے اجازت حدیث حاصل کی۔

اُسی سال چند ماہ کے بعد کینیڈا کا دوسرا سفر ''وَین کُوَر'' کے لیے ہوا، وہاں مفتی عاصم رشید صاحب (فاضل جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز یوکے) کا قائم کردہ ایک عربی مدرسہ ہے جس میں دورۂ حدیث شریف تک تعلیم ہوتی ہے، وہاں اس سال پہلی مرتبہ دورۂ حدیث شروع ہو رہا تھا، لہٰذا مفتی عاصم رشید کی دعوت پر افتتاح درس بخاری شریف کے لیے وہاں جانا ہوا، اس مدرسہ میں بھی کچھ اہل علم جمع ہوئے تھے، اور اجازت حدیث حاصل کی۔

بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کا سفر

اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی سرزمین کو ''ارض مقدسہ'' فرمایا: یہ انبیاء کرام علیہم

السلام کی سرزمین ہے، نیک بندوں کے لیے جس سرزمین کی توریث کا وعدہ ہے، اس موعود سرزمین کا محمل ومصداق بھی بیت المقدس کی سرزمین ہے، قرآن کریم نے جس کو ''من مکان قریب'' سے تعبیر کیا ہے، وہ بھی یہی زمین ہے، ''بسور له باب'' سے جو دیوار مراد لی گئی ہے، وہ بھی بیت المقدس کی مشرقی دیوار ہے، یہ تو قرآن کریم کے ارشادات ہوئے۔

احادیث میں بھی متعدد فضائل وارد ہوئے ہیں، دنیا کی دوسری مسجد ہونے کا شرف مسجد اقصیٰ کو حاصل، قبلۂ اول یہی، حرمِ ثالث ہونے کا شرف بھی اس کا مقدر، اس میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر، بیت المقدس اور مسجدِ اقصیٰ کے زائرین کے گناہوں سے پاکی، خطرہ سے حفاظت کی، بیماری سے شفاء کی، فقر سے غنیٰ کی، اور اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت کی بشارت وغیرہ وغیرہ بے شمار فضائل احادیث نبوی میں وارد ہیں، ان فضائل کے پیش نظر ہر مؤمن کی دلی تمنا اور خواہش یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو وہاں کی حاضری اور مقامات مقدسہ کی زیارت نصیب فرمائے۔

اپریل ۲۰۱۷ء میں ہوائی جہاز سے تل ابیب کا سفر شروع ہوا، اور رات کو بہ عافیت تل ابیب کے ایرپورٹ پر اترے، ہمارا قافلہ پچاس افراد پر مشتمل تھا، میں اور بعض دیگر ساتھی بفضلہٖ تعالیٰ کسٹم امیگریشن وغیرہ کے سارے مراحل سے فوری طور پر فارغ ہو گئے، ہمیں تو کوئی پریشانی نہیں ہوئی، مگر ہمارے بعض نوجوانوں کو روک لیا گیا، اور اکثر نوجوانوں کو اس مرحلہ سے گذرنا ہی پڑتا ہے، خیر وہ بھی تین چار گھنٹہ میں امیگریشن، کسٹم وغیرہ مراحل سے فارغ ہو کر باہر آ گئے، اس کے بعد پورا قافلہ ہوٹل پر پہنچا، اور نماز فجر کا وقت قریب

آچکا تھا، استنجاء وضوء وغیرہ ضروریات سے فارغ ہوکر مسجد اقصیٰ میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، مسجد اقصیٰ کے باہر اسرائیلی فوجیوں کا پہرہ رہتا ہے، اسرائیلی فوجی رات کو مسجد اقصیٰ کے دروازہ کو مقفل کردیتے ہیں، اور صبح صادق سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل مسجد اقصیٰ کا دروازہ کھول دیتے ہیں، اول وقت میں فجر کی اذان ہوئی، مؤذن نے بڑی دلکش اور مؤثر انداز سے اذان کہی، اذان کے تقریباً پندرہ بیس منٹ کے بعد فجر کی نماز شروع ہوئی، امام حرم شیخ یوسف حفظہ اللہ تعالیٰ نے نماز فجر پڑھائی، شیخ یوسف حفظہ اللہ تعالیٰ بڑے خلیق ومتواضع طویل القامت خوب صورت و پاکیزہ سیرت آدمی ہیں، نماز کے بعد ان سے ملاقات ہوئی، امیر قافلہ مولوی عبداللہ مایت صاحب نے میرا تعارف کرایا، (وہ بار بار مسجد اقصیٰ آتے جاتے رہے ہیں، اور شیخ یوسف سے ان کے اچھے تعلقات ہیں) بڑے خوش ہوئے، نماز فجر کے بعد ہوٹل پر واپسی ہوئی، چائے ناشتہ وغیرہ ضروریات سے فارغ ہوکر اور کچھ دیر آرام کرکے ساڑھے گیارہ بجے کے قریب مسجد اقصیٰ میں نماز جمعہ کے لیے حاضر ہوئے، مسجد اقصیٰ کے رہبر کے بیان کے مطابق مسجد اقصیٰ میں ستر ہزار مصلیوں کی گنجائش ہے، رمضان المبارک میں مجمع زیادہ ہوجاتا ہے، اور شب قدر میں تقریباً بیس ہزار کا مجمع ہوجاتا ہے، جو صحن مسجد اور قبۃ الصخرۃ میں عشاء وتراویح ادا کرتا ہے، شیخ یوسف حفظہ اللہ نے بڑا دردانگیز، فصیح وبلیغ انداز میں بہت مؤثر وجامع خطبہ دیا، اور پھر نماز جمعہ پڑھائی۔

بیت المقدس کے تین روزہ قیام کے دوران وہاں کے متبرک ومقدس مقامات مثلاً مسجد براق، قبۃ الصخرۃ، محراب مریم وغیرہ کی زیارت کی، الخلیل بستی میں بھی حاضری ہوئی،

یہ وہ بابرکت مقام ہے جہاں چار انبیاء کرام علیہم السلام (حضرت ابراہیم، اسحاق، یعقوب، یوسف علیہم السلام) مدفون وآرام فرما ہیں، ان کی قبور مبارکہ کی زیارت کی، دوران قیام ایک دن مغرب کی نماز کے بعد امام حرم شیخ یوسف حفظہ اللہ نے مختلف متبرک ومقدس مقامات کی زیارت کرائی، اوراز راہ شفقت اپنے مکان پر بھی لے گئے، وہاں کے دورانِ قیام ایک دن عشاء کے بعد شیخ یوسف حفظہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے بیان کی فرمائش کی، چنانچہ احقر نے تقریباً آدھ گھنٹہ اردو میں بیان کیا، ایک صاحب نے انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا، اور شیخ یوسف حفظہ اللہ نے عربی میں اس کا ترجمہ فرمایا، کثیر تعداد میں لوگ شریک تھے، اور توجہ سے سن رہے تھے۔

نوٹ: تاریخ بیت المقدس اور بیت المقدس کے متبرک مقامات وغیرہ کی تفصیلی معلومات کے شائقین ''تحفۂ بیت المقدس'' (مؤلفہ حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری صاحب، مقیم ڈیوز بری، یوکے) کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

باربیڈوس، ٹری نیڈاڈ، پناما وغیرہ کا سفر

اگست ۲۰۱۷ء میں مفتی سعید احمد صاحب، فاضل جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوز بری مرکز، یوکے کی دعوت پر عید الاضحیٰ کی تعطیل میں باربیڈوس کا سفر ہوا، عید سے پہلے تین روز وہاں قیام رہا، عید الاضحیٰ کی نماز کھلے میدان میں مولانا مصلح الدین احمد صاحب ہی نے پڑھائی، دوران قیام وہاں کے علماء سے ملاقات ہوئی، عید کے بعد مفتی سعید احمد صاحب کی معیت میں گرینڈا، گیانا وغیرہ قرب وجوار کے جزائر میں جانا ہوا، وہاں بھی کچھ اہل علم سے

ملاقات ہوئی، اس کے بعد ٹری نیڈاڈ جانا ہوا، یہاں ایک عربی مدرسہ ہے، جس میں دورۂ حدیث شریف تک کی تعلیم ہوتی ہے، اس مدرسہ کے مہتمم مفتی وسیم احمد صاحب ہیں، اور نائب مہتمم مولانا شیراز صاحب ہیں، وہاں طلبۂ عزیز کے سامنے کچھ بات کرنے کا اتفاق ہوا، مدرسہ کے اساتذہ اور دیگر علماء کرام سے ملاقات ہوئی۔

اسی سفر میں ''پناما'' بھی جانا ہوا، یہاں بھی ایک عربی مدرسہ ہے، جس کی بنیاد ۱۹۹۹ء میں حافظ محمد پٹیل صاحب رحمہ اللہ امیر تبلیغ یوکے ویوروپ کے ذریعہ ہوئی، اور احمد بیکھو مدرسہ کے ذمہ دار تھے، فی الحال مولانا آصف بھام مہتمم ہیں، وہاں کے مدرسین میں مولوی انور پٹیل بھی ہیں، جو جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز، یوکے سے فارغ ہیں، یہاں مشکوٰۃ شریف تک تعلیم ہوتی ہے، اور دورۂ حدیث کے لیے طلبہ کو کسی دوسرے عربی مدرسہ میں بھیج دیا جاتا ہے، پناما کے علماء نے اجازت حدیث کی درخواست کی، لہٰذا ایک دن عشاء کی نماز کے بعد وہاں کے اہل علم جمع ہوگئے، اور مولانا نے کچھ دیر بیان کرکے ان کو حدیث کی اجازت دی۔

آسٹریلیا، فیجی، نیوزی لینڈ کا سفر:

اگست ۲۰۱۸ء میں مفتی عاصم رشید صاحب، فاضل جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز، یوکے کی دعوت پر ''میلبورن'' آسٹریلیا جانا ہوا، ایک روز وہاں بھی اہل علم جمع ہوئے تھے، اور انہوں نے بھی اجازت حدیث حاصل کی تھی، دوتین روز وہاں قیام کے بعد ''فیجی'' پہلی مرتبہ جانا ہوا، غالباً دوروز وہاں قیام رہا، پھر تین ماہ کے بعد فیجی کا دوسرا سفر ۳۰ نومبر

۲۰۱۸ء کو دارالعلوم فیجی میں ختم بخاری شریف کی نسبت سے ہوا۔

فیجی کا تعارف

فیجی ایک جزیرہ ہے، اور دنیا کا آخری کنارہ ہے، دنیا میں سورج سب سے پہلے یہیں سے طلوع ہوتا ہے، سورج طلوع ہونے کی جگہ کا منظر بڑا خوشنما اور قابل دید ہے، وہاں بھی جانا ہوا، فیجی میں بھی مسلمانوں کی بڑی تعداد ہے، یہاں کے لوگ اردو بولتے اور سمجھتے ہیں، ان کے آباء واجداد دراصل ہندوستانی تھے، اور یوپی کے باشندے تھے، ایک صاحب نے بتلایا کہ ''مفتی زاہد حسین بن ذاکر حسین'' نامی ایک شخص تھے، ان کے دادا کے دادا دراصل سہارن پور سے آدھ گھنٹہ کے فاصلہ پر واقع ایک بستی ''کتھولی'' نامی ہے، وہاں کے باشندے تھے، آج سے تقریباً دوسو سال قبل انگریز اپنے زمانۂ حکومت میں انڈیا کے باشندوں کو جن میں مرد اور عورتیں شامل تھیں، ان کو یہاں فیجی جبراً دھوکہ دے کر کھیتوں میں کام کرنے کے لیے اسٹیمروں کے ذریعہ اِن کو لایا گیا تھا۔

مذکورہ اسٹیمروں میں ''LEONIDAS'' نامی سب سے پہلا اسٹیمر (بحری جہاز) ۱۵ مئی ۱۸۷۹ء کو لایا گیا، اور ''SUTLEJ-V'' نامی آخری اسٹیمر ۱۱ نومبر ۱۹۱۶ء کو لایا گیا تھا، اسی زمانہ میں مذکورہ بالا مفتی صاحب کے دادا کے دادا کو بھی یہاں لایا گیا تھا، پھر ان کو یہاں سے واپس جانے نہیں دیا گیا، یہ لوگ ''فیجی'' ہی میں آباد ہو گئے، ان کی نسلیں یہاں چلیں، بہرحال یہ لوگ ضلع سہارن پور یوپی اور کچھ لوگ ضلع بستی، یوپی، کے اصل باشندے ہیں، پھر ''فیجی'' ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو انگریز کے قبضہ سے آزاد ہوا، اس کے بعد

مذکورہ بالا سب لوگوں کو فیجی کی نیشنلٹی (حقِ شہریت) دیدی گئی، سب کے پاس فیجی پاسپورٹ ہیں۔

ان 87 اسٹیمروں میں لائے جانے والے لوگوں کی کل تعداد ساٹھ ہزار پانچ سو ترپن (60553) ہے، ان میں سے مدراس کی بندرگاہ سے پندرہ ہزار ایک سو چودہ (15114) کو لایا گیا، اور کلکتہ کی بندرگاہ سے پینتالیس ہزار چار سو انتالیس (45439) کو لایا گیا۔

دارالعلوم فیجی

فیجی میں ایک عربی مدرسہ ''دارالعلوم فیجی'' کے نام سے قائم ہے، حضرت مولانا خالد حسین صاحب اس کے مہتمم ہیں، اور مفتی شہزاد علی صاحب نائب مہتمم وشیخ الحدیث ہیں، اور مفتی زین العابدین صاحب استاذ حدیث ہیں، اور یہ تینوں حضرات ''جامعہ فاروقیہ کراچی'' سے فارغ ہیں، حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ (تلمیذ شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ) کے تلامذہ میں سے ہیں، یہی تینوں حضرات اس مدرسہ کے روح رواں ہیں، ان کے علاوہ دیگر اساتذہ بھی ہیں، یہاں دارالاقامہ میں بیرون فیجی کے طلبہ بھی قیام پذیر ہیں، اور یہ دارالعلوم بڑی اچھی دینی وملی خدمات انجام دے رہا ہے، یکم دسمبر ۲۰۱۸ء کو مدرسہ کا سالانہ اجلاس تھا، اور اس میں ختم بخاری شریف کا پروگرام تھا، مغرب کے بعد اوّلاً بخاری شریف کا آخری درس ہوا، اس کے بعد طلبۂ عزیز کے دیگر پروگرام ہوتے رہے، اور پھر دعاء پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

فیجی ہی میں ’’لمباسا‘‘ ایک مقام ہے، وہاں بھی ایک عربی مدرسہ ’’الجامعة الاسلامیة لمباسا فیجی‘‘ کے نام سے ہے، وہاں بھی جانا ہوا، وہاں کے مہتمم صاحب سے ملاقات ہوئی، اساتذہ وطلبہ میں کچھ بات بھی ہوئی، علاوہ ازیں قرب وجوار کے کچھ جزیروں میں بھی جانے کا اتفاق ہوا۔

نیوزی لینڈ کا سفر

فیجی سے واپسی میں دو روز کے لیے نیوزی لینڈ میں قیام رہا، وہاں کفلیتہ انڈیا کے ایک عالم مولوی محمد پٹیل ہیں، جو کئی سال سے ایک مسجد میں امام ہیں، وہاں کی یہ بڑی مسجد ہے، ان کا وہاں اچھا رسوخ واثر ہے، یہاں بھی بہت سے اہل علم سے ملاقات رہی، بعض مساجد میں کچھ بیانات بھی ہوئے۔

حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب کی اولاد

حضرت مولانا کی کُل چار اولاد ہوئیں: ان میں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی بچپن ہی میں فوت ہوکر ذخیرۂ آخرت ہوگئے، فی الحال ایک لڑکی اور ایک لڑکا حیات ہیں، مسعودہ بیگم نامی لڑکی بڑی ہے، اس کا نکاح مولوی سید عبداللہ میاں بن یاسین میاں قادری مقیم کالوپور احمد آباد سے ہوا تھا، داماد مولوی عبداللہ میاں قادری مرحوم احمد آباد کے اچھے علماء میں سے تھے، ۲۰۰۲ء کے احمد آباد کے فسادات میں ریلیف وغیرہ کی نمایاں خدمات انجام دی تھیں، جس کی وجہ سے وہ حکومت کی نظر میں تھے، چنانچہ اکسر دہام مندر کے مقدمہ میں بلاوجہ ان کو بھی پھنسا کر گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا گیا تھا، ساڑھے سات سال جیل میں رہے، بالآخر

سپریم کورٹ نے تمام ملزمین کو باعزت طور پر بری کردیا۔ فللہ الحمد

بری ہونے کے بعد وہ کینسر کے موذی مرض میں تین سال مبتلا رہے، کافی علاج ومعالجہ رہا، دوآپریشن ہوئے، وہ بھی ناکام ثابت ہوئے، اور بالآخر آج سے تین سال قبل ان کی وفات ہوگئی ،۔رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ان کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے، بیٹے کا نام مولوی محمد عاصم قادری حفظہ اللہ تعالیٰ ہے، دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر سے فارغ ہیں، اوراحمد آباد ہی میں تجارت کرتے ہیں۔

بیٹے کا نام (مولوی حافظ قاری) سید محمد صلاح الدین ہے، دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر سے فراغت کے بعد بڑودہ شہر ہی میں مکتب وغیرہ کی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، نگینہ مسجد، پانی گیٹ روڈ بڑودہ میں چند سال امامت کی خدمت بھی انجام دی، اس کی چار لڑکیاں ہی ہیں، کوئی لڑکا نہیں۔

پھر سنہ ۲۰۰۴ء میں مولانا سید مصلح الدین احمد صاحب نے بیٹے مولوی سید محمد صلاح الدین کو پورری فیملی کے ساتھ ''ڈیوزبری'' یوکے، انگلینڈ بلالیا، یہاں آکر بھی انہوں نے مقامی وغیر مقامی مختلف مکاتب میں تعلیمی خدمت انجام دی۔

گذشتہ سات آٹھ سال سے وہ مختلف امراض میں مبتلا ہیں، اوران پر سحر کے شدید اثرات ہیں، تین تین چار چار مہینوں تک زبان بندی ہوجاتی ہے، بالکل بول نہیں سکتے تھے، مافی الضمیر کا تحریری شکل میں اظہار کرتے ہیں، ہفتہ میں دو تین مرتبہ چار چار پانچ پانچ گھنٹہ تک غشی اور بے ہوشی طاری ہوجاتی ہے، ڈاکٹر ومعالجین کو بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا بیماری

ہے؟ بہت اچھے اچھے عاملوں سے علاج بھی کرایا گیا، ان عاملوں کا کہنا یہ ہے کہ ساحروں کا اصل نشانہ مولانا مصلح الدین احمد صاحب کی ذات گرامی ہے، مگر کسی وجہ سے ان کو اس میں کامیابی نہ ہوسکنے کی بنا پر مولانا کو اذیت پہنچانے کی خاطر بیٹے مولانا محمد صلاح الدین کو نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ بہرحال پہلے کی بہ نسبت گذشتہ تین سال سے سحر کی شدت میں کمی تو ہوگئی ہے اور کافی افاقہ ہے، لیکن سحر کا بالکلیہ استیصال نہ ہوسکا، جس کی وجہ سے وہ بالکل معذور ہوچکے ہیں، اور ول چیر پر آچکے ہیں،

دعاء فرمائیں اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ آمین۔

تاثراتِ قلبی

(از بندۂ عاصی محمد یونس سورتی سلمہ الہادی بن قاری بندہ الٰہی غفرلہ الباری)

استاذ محترم واستاذ الاساتذہ والمشائخ حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب بڑودوی مدظلہ العالی کی از زمانۂ طفولیت تا فراغتِ درس نظامی ان کی طالب علمانہ زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو سراسر جُہدِ مسلسل اور سعیٔ پیہم نظر آتی ہے۔

طفولیت (بچپنا) جو لاشعوری کا زمانہ ہوتا ہے، اس پر نظر کیجئے! والدین کی تربیت نے اولاد میں کیا کیا اوصاف وکمالات پیدا کیے ہیں؟۔

۲۰۱۹ء میں افریقہ کے لیڈی سمتھ شہر میں بندہ نے حضرت مولانا عبدالرزاق سے ملاقات کی، دورانِ گفتگو فرمایا کہ جب میں جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں داخل ہوا، اس وقت حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ جامعہ ڈابھیل میں مدرس تھے، میں نے

دیکھا کہ وہ اپنے بچوں کی سخت نگرانی فرماتے تھے، اور طلبہ کے ساتھ کھیلنے یا کہیں آنے جانے نہیں دیتے تھے، بلکہ پنج گانہ نماز باجماعت کے لیے مسجد جانے کے علاوہ ان کو مکان سے باہر قدم نکالنے کی قطعاً اجازت نہ تھی، اُسی کا نتیجہ ہے کہ مولانا مرحوم کے تمام صاحبزادے ہر قسم کی فضول ولغویات اور لایعنی امور سے محفوظ رہے، اور آج الحمدللہ سب ہی حضرات دین کے مختلف شعبوں میں بہ حسن وخوبی عظیم خدمات انجام دے رہے ہیں۔

یہ ہے آپ کے زمانۂ طفولیت میں حضرت قبلہ والد صاحب رحمہ اللہ کی تربیت، جس کے نتیجہ میں آپ نے جامعہ ڈابھیل میں حافظ جی لال مرحوم کے پاس ساڑھے نو سال کی عمر میں حفظ قرآن کریم پختگی کے ساتھ مکمل کرلیا، یہی حال آپ کے برادران مدظلہم کا ہے کہ کم عمری میں حفظ قرآنِ کریم سے فارغ ہو چکے تھے۔

اب آگے دیکھیے کہ حضرت قبلہ والد صاحب رحمہ اللہ نے اپنی اولاد کو پڑھانے میں کیا طریقہ اختیار فرمایا، محمود الفتاویٰ (فتاویٰ حضرت مفتی احمد خان پوری صاحب مدظلہ، جلد اول صفحہ ۴۷) پر مرقوم ہے، حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ میں نے کچھ کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھی تھیں، ان کا طرز تعلیم وتدریس یہ تھا کہ کتاب کا مطالعہ کر کے اگلے دن کا سبق حل کرنے کے ہم ہی مکلف تھے، عبارت صحیح طریقہ سے پڑھ کر عبارت کا مطلب ومفہوم بیان کرنا ہمارے ہی ذمہ تھا، اگر مزید توضیح وتشریح ضروری سمجھتے تو والد صاحب رحمہ اللہ کچھ بولتے تھے، ورنہ فرمادیتے کہ ٹھیک ہے، آگے چلو، اور اگر کسی دن مفہوم ومطلب بیان کرنے میں کمی وکوتاہی ہوتی تو بڑی سخت پٹائی ہوتی

تھی، کہ تم نے آج صحیح طور پر مطالعہ نہیں کیا، اور کماحقہ عبارت حل کرنے کی کوشش نہیں کی (ازمحمود الفتاویٰ)۔

بندہ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی زبانی بارہا سنا، جس کا خلاصہ اور مفہوم یہ ہے کہ والد صاحب رحمہ اللہ (حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمہ اللہ) حاشیہ والی کتابوں میں پڑھانے کے مخالف تھے، ان کے یہاں سارا بوجھ طالب علم پر ہوتا تھا، اسی طرح ہمیں پڑھایا گیا، خود مطالعہ کرو، اور خود ہی مطلب بیان کرو، اسی طرح حضرت شیخ رحمہ اللہ اپنے چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں: کہ چچا جان کے پاس عبارت خود ہی پڑھنی پڑتی تھی، اور اس کا مطلب بھی خود ہی بیان کرنا ہوتا تھا، اگر صحیح پڑھا تو، ہُوں! کہہ دیتے، یعنی صحیح ہے، اگر غلطی ہوئی تو اُوہوں! کہہ دیتے، یعنی صحیح نہیں پڑھا، اور جہاں ضرورت سمجھی، وہاں تشریح کردی، اسی طرح حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ نے ابتدائی کتابیں اپنی اولاد کو پڑھائیں۔

اس کے بعد جب آپ جامعہ اشرفیہ راندیر میں عربی کے ابتدائی درجات میں داخل ہوئے تو کس قدر شوق ولگن اور انہماک کے ساتھ محنت کی ہوگی وہ دیکھیے!

جب آپ ۱۳۷۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں عربی سوم میں داخلہ کی غرض سے پہونچے، تو ناظم تعلیمات شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ نے عربی دوم کا امتحان لیا، اس امتحان میں آپ اور آپ کے برادرِ عزیز حضرت مولانا قمر الدین محمود

صاحب مدظلہ دونوں شریک تھے، شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ نے اڑتالیس (۴۸) نمبر دے کر کامیاب فرمایا، پھر فرمایا کہ کتب ممتحنہ میں کامیابی کی وجہ سے تم مطلوبہ کتابوں (کتب عربی سوم) کے مستحق ہو مگر مولوی صاحب! ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے؟ لہٰذا انہی کتابوں کو دوبارہ پڑھ لو تو بہتر ہے، چنانچہ انہوں نے بخوشی یہ مشورہ قبول کرلیا، اور انہی کتابوں میں دوبارہ داخلہ لیا۔

پھر تحصیل علم میں محویت وانہماک، اسباق کی پابندی، اور جد وجہد کے نتیجہ میں کس شان سے فارغ ہوئے وہ دیکھیے! کہ اپنے زمانہ کے قطب شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے گجرات کے دورہ کے موقعہ پر حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ سے ان کے مکان پر اُن کی پیِٹھ ٹھوکتے ہوئے فرمایا کہ ''مٹھائی کھلاؤ'' وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ''صاحبزادوں (مولانا مصلح الدین احمد اور مولانا قمر الدین محمود مراد ہیں، یہ دونوں بھائی حفظ سے لے کر دورۂ حدیث اور افتاء کی تکمیل تک دار العلوم دیوبند وغیرہ میں باہمی رفیقِ درس رہے ہیں) نے دار العلوم دیوبند میں بہت خصوصی انعامات حاصل کیے ہیں، انہوں نے خصوصی انعامات کی کوئی قسم باقی نہیں چھوڑی''۔

یہ تھے آپ کے زمانۂ طالب علمی کے احوال جن میں ہر اُس طالب علم کے لیے تشویق وتحریض کا بھرپور سامان ہے، جو طلبِ علم کے لیے گھر بار کو چھوڑ کر کسی مدرسہ میں داخل ہوا ہو۔

پھر جب فارغ التحصیل ہونے کے بعد درس وتدریس کے میدان میں قدم رکھتے

ہیں،تو پہلے ہی سال جامعہ اشرفیہ راندیر میں آپ کا تقرر ہوتا ہے،تو اس پر بھی ذرا غور کیجیے کہ مہتمم حضرت مولانا احمد اشرف صاحب رحمہ اللہ آپ کے لیے ہدایہ آخرین اور کچھ اوپر کی کتابیں تجویز فرما رہے ہیں، اور آپ فرماتے ہیں کہ اگر آپ کا حکم ہے تو پڑھادوں گا، ورنہ میرے مزاج وطبیعت کے خلاف ہے،مولانا احمد اشرف صاحب پوچھتے ہیں کہ تم کیا چاہتے ہو؟ مولانا فرماتے ہیں کہ میں نیچے کی کتابوں کی تدریس کرتے ہوئے اوپر جانا چاہتا ہوں؛ حالانکہ شیخ الادب رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی شہادت کے مصداق ہونے اور بھرپور صلاحیت رکھنے کے باوجود آپ یہ فرما رہے ہیں۔

حضرت مولانا کے اس طرزِ عمل سے ایک بات یاد آئی ، بہت ہی کارآمد اور مفید بات ہے، بڑوں کی بات ہے، فارغ التحصیل مولوی کے لیے قابلِ عمل ہے، ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۳ء میں دارالعلوم آنند، گجرات میں میرے تدریس کے ایک ساتھی جو دو تین سال سے پڑھا رہے تھے، بہت جلد ترقی کر رہے تھے، اور آگے مزید ترقی کے خواہاں تھے، شیخ الحدیث کے منصب پر حضرت العلاّمہ مولانا حبیب اللہ فیروز پوری پالن پوری رحمہ اللہ فائز تھے،اُن سے ترقی کی گذارش کی ، پھر دوسرے سال ترقی کی گذارش کی ،تو حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا جس کا مفہوم وخلاصہ یہ ہے کہ دیکھیے !ایک ترقی یہ ہے کہ ہر سال آپ کو آگے کا درجہ یا کتاب دی جائے ، اور ایک ترقی یہ ہے کہ جس فن کی کتاب آپ کو دی جائے ، اس کی شروحات کا مطالعہ کریں، اور اُس فن میں مہارت پیدا کریں، یہ اصل ترقی ہے۔

بہرحال حضرت مولانا مدظلہ کے لیے بڑے شرف کی بات تھی کہ پہلے ہی سال

درجۂ علیاء کی کتابیں پڑھاتے، اور درس کا حق بھی ادا فرما دیتے؛ مگر آپ نے اپنے اس طرزِ عمل سے فارغ التحصیل حضرات کے لیے ایک قابلِ عمل نمونہ چھوڑا۔

اس کے برعکس یہ بھی ہوا ہے کہ کسی وجہ سے فراغت کے بعد انقطاع رہا، پھر برسوں کے بعد جب کوئی اہم کتاب یا افتاء میں بھی صدر مفتی کا عہدہ سپرد کیا گیا، تو اس کا صحیح معنیٰ میں حق ادا کیا؛ لیکن یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے اپنی طالب علمی کے زمانہ میں کما حقہ محنت کی، اور اپنے دیگر مشاغل کے ساتھ ساتھ کتب بینی کا بھی مشغلہ رکھا۔

راقم الحروف ۱۹۶۲ء میں مفتاح العلوم تراج میں داخل ہوا، پھر وہاں سے چوتھے سال جامعہ ڈابھیل میں عربی دوم میں داخل ہوا، مفتی احمد دیولوی (مہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر) کی جماعت جو ابتداء سے چل رہی تھی، ان کا ہم سبق ہوا، عربی دوم میں حضرت مولانا مدظلہ سے عربی ادب میں ''نفحۃ الیمن'' پڑھی، جس میں واقعات ہی واقعات ہیں؛ لیکن واقعات بحیثیت واقعہ مقصود نہیں؛ بلکہ اصل مقصود طلبہ میں عربی ادب کی استعداد پیدا کرنا ہے، روزانہ سبق پڑھاتے، حلِّ لغات، نحوی ترکیب، ابواب کو اچھی طرح ٹھہر ٹھہر کر بتاتے، اور سمجھاتے، پھر یاد کرنے کا موقع بھی عنایت فرماتے، دوسرے دن تقریباً ہر ایک سے اسی طرح سنتے، یاد نہ ہونے پر تنبیہ فرماتے، ایسا نہیں ہوتا کہ کسی واقعہ سے متعلق اور واقعات کو جوڑ کر وقت پورا کرلیں؛ بلکہ سبق کے بعد یاد کرنے کا موقع بھی عنایت فرماتے، یاد نہ ہونے پر تنبیہ فرماتے، پھر بھی طالب علم متنبہ نہ ہوتا تو تنبیہ الغافلین (چھڑی) استعمال

فرماتے ، بندہ تو حضرت کی تنبیہ الغافلین سے کئی مرتبہ استفادہ کرچکا ہے، دراصل حضرت بڑی محنت اوردل سوزی سے پڑھاتے تھے، چاہتے تھے کہ طلبہ میں علمی وفنّی استعداد پیدا ہو۔

یہ بات بھی مزہ سے خالی نہیں ہے کہ بعض واقعات میں کچھ مضامین عشقیہ ہوتے توفرماتے اس کو چھوڑدیجیے، آگے پڑھیں، پھرلطف کی بات یہ ہے کہ اسی کتاب کا امتحان حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب رحمہ اللہ کے پاس گیا،طلبہ سے مختلف جگہ سے سنا، اتفاق سے وہی چھوڑا ہواواقعہ سامنے آیا،طلبہ نے کہا کہ یہ واقعہ ہمیں پڑھایانہیں گیا،مولانا سمجھ گئے،اور فرمایاکہ اس میں کیا ہے؟ پھرخودہی واقعہ بیان فرمایا؛لیکن حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب بوجہ غلبۂ حیاء اس قسم کے واقعات پرآپ کی زبان نہیں چلتی تھی۔

مدرسہ کے اوقات کے آپ سخت پابند تھے،اہتمام کی طرف سے کہا جائے یانہ کہا جائے ؛لیکن اوقات اورمدرسہ کے اصول وضوابط کی پابندی آپ کی طبیعت ثانیہ بنی ہوئی ہے۔

یہ منظرتوہم روزانہ ہی دیکھتے تھے کہ درسگاہ میں داخل ہوتے ہی مسند پرتشریف فرماہوتے ہی طلبہ کی حاضری لیتے ، رجسٹراس طرح احتیاط سے کھولتے کہ ورق کا کنارہ ذاراسا بھی مُڑنے نہ پائے ،اورکہیں داغ دھبّہ بھی لگنے پائے ،سال پورا ہونے کے بعدبھی رجسٹراتناہی صاف ستھرااور بےداغ ہوتا تھاجتنا کہ وہ شروع میں نیانیادیا گیا تھا۔

جامعہ ڈابھیل میں تدریس کے زمانہ میں آپ کا قیام جامعہ کے بنگلہ میں تھا، جہاں چنداساتذہ بغیرفیملی الگ الگ حجروں میں رہتے تھے، وہاں بھی تمام اشیاء صاف ستھری اور بڑے قرینہ اورسلیقہ سے رکھتے تھے، ہرشیٔ کا استعمال بڑے احتیاط سے کرتے ،آپ کا

لباس بھی صاف ستھرا، بے داغ رہتا، فضول خرچی سے کوسوں دور رہتے۔

آپ کی نمازِ پنج گانہ میں صفِ اولیٰ کی پابندی بھی قابل رشک تھی، مسجد مدرسہ میں پنج وقتہ نماز میں دیکھا گیا کہ اذان کے بعد آپ صفِ اول میں مکبّر کے قریب ہمیشہ نظر آتے تھے، اور نفل واذکار پورا کر کے اطمینان سے مسجد سے نکلتے، اس طرح کی پابندی ایک مولوی کے لیے اس کی شایان شان بھی ہے، اور اس کا وقار بھی ہے، چاہے دار العلوم سے ہٹ کر مکاتب میں ہو یا کسی مشغلہ اور تجارت میں ہو۔

آپ کی نمازیں پورے طور پر سنن ومستحبات کی رعایت کے ساتھ ہوتی تھیں، بندہ اپنی عمر کے چالیس سال کے بعد ہردوئی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں گیا، وہاں دیکھا کہ بڑوں کو بھی نماز کا صحیح طریقہ بتایا جارہا ہے، خاص طور پر اگر عذر نہ ہو تو سجدہ میں جاتے ہوئے، اور سجدہ سے اٹھتے وقت جھکاؤ نہ ہو؛ بلکہ سینہ قبلہ کی طرف ہو، اسی طرح بعض اعضاء بھی قبلہ کی طرف ہوں، ان میں خمیدگی اور کاہلی وسستی نہ ہو، جب حضرت رحمہ اللہ کے یہاں یہ بات دیکھی، تو حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب یاد آئے کہ آپ کی نمازیں مکمل اسی طرح ہوتی تھیں؛ البتہ پیرانہ سالی میں ضعف کا اثر ہے، ویسے بھی آپ ہر عمل میں سنت ومستحبات اور آداب کی رعایت رکھتے ہیں؛ بلکہ آپ کا عمل عزیمت پر ہوا کرتا ہے۔

جیسا کہ پچھلے صفحات میں گذرا کہ انگلینڈ کے شہر ڈیوزبری کے مرکز التبلیغ کے شوریٰ کے احباب آپ کے مکان پر مرکز کے دار العلوم میں بحیثیت شیخ الحدیث دعوت وپیشکش

کرنے کے لئے پہنچے، اور بڑا اصرار کیا، آپ کو اوّلاً تشویش لاحق ہوئی، اس لئے اپنے بعض معتمد علماء سے مشورہ کیا، بندۂ ناکارہ سے بھی بذریعہ خط پوچھا کہ تیری کیا رائے ہے؟ مجھے اِس بناء پر تشویش ہوئی کہ بڑودہ کے دارالعلوم میں تدریسی خدمت کے ساتھ ساتھ آپ جمعیۃ علماء صوبۂ گجرات، اور دینی تعلیمی بورڈ وغیرہ متعدد تنظیموں کے ساتھ وابستہ رہ کر دینی وملّی خدمات انجام دیتے رہے، ساتھ ساتھ مضمون نگاری و تصنیفی کام بھی، ظاہر ہے جمعیۃ کا مزاج اور ہے، اور دعوۃ وتبلیغ کا مزاج اور ہے، دونوں کا طریقۂ کار اور ہے، اس لیے کچھ باتیں عرض کیں؛ لیکن اہل مرکز کا اصرار اور بڑوں نے بھی تائید فرمائی، اور آپ مرکز التبلیغ ڈیوز بری تشریف لے آئے۔

آپ الحمدللہ اپنے فرائض منصبی، اوقات کی پابندی، اصول وضوابط کی پابندی، حسنِ کارکردگی، عدم اختلاط مع العوام الاّ دینی ضرورت کی خاطر، آپ کی ذات سے کسی کو کسی قسم کا کوئی ضرر اور خطرہ نہیں، ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملاقات وغیرہ صفات کی وجہ سے مرکز التبلیغ کے ذمہ دار اور عوام وخواص نیز طلبہ میں آپ مقبول ہیں، برسوں گذر گئے، مگر آپ استقامت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

ہر جگہ طلبہ میں آپ کا درس مقبول رہا ہے، زبان صاف ستھری، شُستہ وشیریں، اور قوتِ تفہیم بہت عمدہ، عمر کے آخری حصہ میں آواز میں ضرور ضعف آجاتا ہے، ورنہ جوانی وکہولت اور اس کے بعد بھی الفاظ موتی کی طرح صاف ستھرے ادا ہوتے تھے۔

بہر حال آپ اپنے وقت کے ممتاز عالمِ دین ہیں، آپ کا علمی پایہ بلند ہے، اللہ رب

العزت نے آپ کوذہانت وفطانت سے بھی نوازا ہے،آپ باذوق مصنف ہیں، ماہر مفتی اور شریعت وطریقت کے جامع ہیں،تفسیرِ قرآن کریم اور بیان وتقریر پُر مغز اور صاف ستھری زبان میں فرماتے ہیں،اسلاف کے سچے نمونے ہیں۔

اللہ رب العزت آپ کوصحت وعافیت کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائے ،اور جملہ دینی خدمات کوقبول فرمائے ،اور تا قیامِ قیامت آپ کا فیض جاری رکھے،اور ہم تمام کواپنے اسلاف واکابر کے نقشِ قدم پر چلائے۔آمین یارب العالمین۔

مؤرخہ:۳ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۴ جولائی ۲۰۲۰ء بروز جمعہ